

نمبر	[illegible]	۵ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الشمس

نمبر ۱-۱۱-۱۳۰

بابت ماہ شوال و ذیقعدہ و ذیحجہ الحرام

عرض حال

(۱) الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ الشمس جلد [illegible]
اور باقاعدہ جلدین مرتب ہونگی۔

(۲) ہمنے وعدہ کیا تھا کہ جلد ۱۱ و ۱۲ کا حجم بڑھا دیا جائیگا یعنی بجائے ۲۰ صفحہ فی نمبر ۴۰ صفحہ کر دیا جائیگا مگر کچھ ایسے اسباب جمع ہوے کہ یہ وعدہ پورا نہو سکا۔

(۳) بلکہ اس نمبر مین کشف الظلمات و رد الملاحدہ بھی نہ شایع ہو سکا کیونکہ مسئلہ تحریف قرآن کو تمام کرنا تھا جس مین چار جلدین الشمس کی شایع ہو چکین۔

(۴) تحریف قرآن کا مسئلہ اگرچہ ابتدا ہی سے اہم تھا کیونکہ قرآن پر ایمان رکھنا ضروری اسلام ہے۔ اور اہلسنت و اعتقاد تحریف قرآن کو موجب عدم ایمان بالقرآن جانتے ہین۔ حالانکہ کوئی عالم بھی اونکا اسکا قائل نہین کیونکہ اگر اسکی قائل ہون۔ تو کل صحابہ یا اکثر صحابہ خارج از ایمان قرار پاتے ہین جنمین سب سے پہلے درجہ خلیفہ دوم کا ہوگا۔

(۵) مگر اسوقت اسکی اہمیت اسوجہ سے اور بڑھ گئی ہے کہ مخالفین اسلام نے نہایت زور و شور سے قرآن ہی پر حملہ شروع کر دیا ہے چنانچہ مسافر آریہ جالندھری کی تحریر الشمس جلد مین شایع ہو چکی ہے۔ اب اخبار مسافر آگرہ نہایت سختی سے حملہ آور ہے

(۶) چونکہ قرآن ہمارے رسول اکرم پر نازل ہوا جسکو ہم معجزہ مصدقہ رسول اللہ جانتے ہین اور اسکے اعجاز و ہدایت پر ہمارا ایمان ہے لہذا منظور ہوا کہ جتنے اعتراضات قرآن پر ہوتے ہین اونکا معقول جواب دیا جائے تاکہ قرآن کا معجزہ ہونا ثابت ہو اور معلوم ہو ہمارے یہ کتاب مقدس کیسی کتاب ہے کہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اسکی شان ہے۔

(۷) ان اہل سنت اسوجہ سے جواب نہین دیسکتے کہ اونکا اصلی ایمان تو خلفاء ثلثہ پر ہے اور اونکے ہمراہ صحابہ پر جس سے وہ حفاظت صحابہ کو مقدم سمجھتے ہین حفاظت قرآن سے لہذا وہ جب جواب دینگے تو ایسا کہ قرآن کی عظمت اور بھی خاک مین ملے۔ چنانچہ اسی نمبر مین آپ اہلسنت کے جوابونکا کچھ نمونہ بھی دیکھینگے۔

(۸) نظر برین وجوہ مسئلہ تحریف قرآن کا جلد طے کرنا ضروری سمجھا گیا اور ناظرین الشمس کی بھی یہی فرمایش ہوئی کہ اس بحث کو طے کرکے دوسری بحث پر توجہ کیجاے۔ لہذا سردست یہ تین نمبر صرف اسی بحث تحریف قرآن مین تمام کئے جاتے ہین۔ اور کشف الظلمات و رد الملاحدہ کا سلسلہ ترک کیا جاتا ہے کہ ان شاء اللہ وہ کتابین علحدہ طور پر شایع کی جاوینگی۔

(۹) یہ جلد الشمس کی بلکہ اسکی کل جلدین متفقات زمانہ سے ہین جسکی نظیر نہ آجکل سابق مصنفون مین ملیگی نہ آئندہ مین

یہ نمبر جلد ۱ و حضرت [illegible] الشمس [illegible] ان جلدون کی قدر کی جائے [illegible] سے [illegible]
کے بھی [illegible] سے [illegible] بھی [illegible] سب [illegible] جلدین رہ گئی ہین ۔

(۱۰) جلد ۸ سے [illegible] مین [illegible] ہوگی [illegible] صفحات مین پہلے ان مضامین کو قصیدۃ الشیعیہ دہلی کے جواب [illegible] صاحب النجم نے [illegible] اور [illegible] کو [illegible] اختیار کیا اون رد [illegible] کی پوری حقیقت دکھائی جائیگی کہ [illegible] مفید [illegible] ہین ۔

(۱۱) اسکے ساتھ ایک سلسلہ آریون کے جواب کا بھی شروع کیا جائیگا جو وقت النجم قرآن پر اعتراض کرتے ہین یہ سلسلہ ضرور ہوگا تاکہ [illegible] اس سلسلہ مین سیاح اسلام اور مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر مسلمان کے جوابون کی بھی حقیقت دکھائی جائیگی جس سے معلوم ہوگا کہ [illegible] جواب دینے کے [illegible] تحریرین اور بھی مخالفین کی [illegible]

(۱۲) یہ بھی ارادہ ہے کہ انشاء اللہ اب الشمس کا ہر نمبر [illegible] شائع ہوگا ۔ دو دو تین تین نمبر ایک ساتھ شائع کرنا [illegible] مضر ہے جس سے [illegible] ناظرین کو انتظار کی زحمت ہوتی ہے ۔ بلکہ [illegible] بھی اشاعت مین سخت دقت ہوتی ہے کہ [illegible] ایک دفعہ شائع کرنا پڑتا ہے ۔

(۱۳) آخری عرض یہ ہے کہ آپنے جس شوق و قدر دانی سے الشمس کی آجتک خریداری جاری رکھی کسطرح اوس کا شکریہ نہین ادا کرسکتا کہ جو پرچہ تین تین چار چار مہینہ پر نکلتا ہو ایک سال [illegible] بند ہے اور پھر آپ اوسکے خریدار ہون یہ آپ ہی کا کام ہے جو شاید کسی دوسری قوم مین نہ ہو ۔

(۱۴) اسی بنا پر [illegible] اس سال آپ ایک خریدار ضرور فراہم کرینگے کیونکہ جبتک کسی پرچہ کی پانچسو خریدار نہ ہون وہ پھر زندہ نہین رہ سکتا ۔ پہلا الشمس جبکہ ۵۰۰ [illegible] مستقل خریدار نہ ہون کیونکر زندہ رہ سکتا ہے لہذا ایک دفعہ ایسی کوشش کیجیے کہ پانچسو خریدار ہو جائین جسکی سب سے آسان ترکیب یہی ہے کہ ہر شخص اپنے احباب مین ایک شخص کو خریدار بنائے ۔

(۱۵) جلد ۹ کا پہلا نمبر انشاء اللہ ماہ ربیع الاول آپکی خدمت مین [illegible] بھیجا جائیگا اگر خدانخواستہ عذر ہو یا کسی طرح کا انکار ہو تو امید ہے کہ آپ بعد وصول اس نمبر کے بذریعہ کارڈ مطلع فرمادیجیے گا کہ دفتر کا نقصان نہو ۔ والسلام خیر ختام

محمد حیدر مدیر الشمس

انعام برائے خریداران جدید

الشمس جلد ۹ کے تازہ خریدارون کو اسکا حق ہے کہ اصلاح جلد ۷ یا جلد ۸ یا جلد ۹ یا جلد ۱۱ ۔ ایک جلد بلا قیمت طلب کر سکتے ہین ۔ صرف [illegible] محصول ڈاک [illegible] زیادہ دینا ہوگا ۔

اور [illegible] صاحب اصلاح و الشمس [illegible] کے خریدار [illegible] انکو جلد ۱ الشمس نصف قیمت پر مل سکتی ہے [illegible] جلد [illegible] الشمس [illegible] مل سکتی [illegible] ہے کامل جلد [illegible] دفتر مین موجود نہین ۔ ہان [illegible] سے [illegible] درخواست کرین ۔

تنقید النجم

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو نجم [illegible] سنہ [illegible])

اڈیٹر صاحب بغوائے آیۂ کریمہ عسبون کل صیحۃ علیہم العدو النجس کی ضعیف اور کمزور آوازونکو بھی علمائے شیعہ کی متفقہ قوت قرار دیتے ہیں جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ النجس کو ہمکو اعلان کے ولیر کیسا بیٹھا ہوا ہے کہ اس پردہ مین وہ اپنی عاجزی ظاہر کر رہے ہین حالانکہ ہم بخوبی معلوم ہے کہ اڈیٹر کن مصائب مین مبتلا رہتا ہے کیونکہ اونکا ایک خاص مید الکفر و قریب یا کرتا ہے اڈیٹر صاحب نے اس تقریر کو بہت بسط دیا ہے اور جو کچھ جی مین آیا سب ہی کہہ گئے ۔ مگر کام کی بات صرف اسقدر ہے جو آپ لکھتے ہین۔

اب اسی تازہ نمبر کو ملاحظہ فرمایئے سب سے پہلا صفحہ جسپر میری نظر پڑی اس افادہ عجیبہ سے مشحون ہے افسوس صد افسوس کہ حضرات جن روایات شیعہ سے تحریف کا اثبات چاہتے ہین خوش قسمتی سے وہ روایتین ایسی ہی ہوتے ہین کہ انکا ایک لفظ بھی تحریف پر نہین دلالت کرتا مگر یہ لوگ اس سے تحریف سمجھتے ہین اور ایسا شور و غل کرتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ٹوٹ پڑا حالانکہ غور کرو تو اسکی کوئی اصلیت نہین ہم اسکا منکر نہین ہین کہ مراد ظالم و فلان سے شیخین نہین ہین یا ائمہ اطہار نے یہ نہین فرمایا کہ اس آیت سے مراد شیخین ہین مگر یہ مطلب ہے کہ حضرت نے یہ نہین فرمایا کہ اس طرح نازل ہوا تھا اور جامعین قرآن نے ان الفاظ کو بدل دیا جیسا کہ فخر رازی وغیرہ پوری بیان کرتے ہین اور جب ایسے ایسے فحول علما بلکہ المام الاشکی خوش فہمی کا یہ حال ہو کہ تفسیر سے تحریف سمجھین تو ان جہال کا کیا ذکر جو بہر و بر مین فرق نہ کرسکین اور اگر اس عنوان تفسیر پر اعتراض ہو کہ استراجا فرمایا یوم یعض الظالم علی یدیہ قال الاول کہ حضرت نے تفسیر ظالم مین الاول فرمایا تو ایسی تفسیر مری جلالین مین ہے ویوم یعض الظالم المشرک عقبۃ بن ابی معیط ۔ عبارت النجس،

[illegible] اب اس [illegible] کو دیکھین اور خدا کی قدرت کا [illegible] یاد کرین [illegible]

[illegible] سے [illegible] اس طرح [illegible] ہم [illegible]

ہو گیا ہو اسکا جواب سوا خاموشی کے کیا دیا جائے ۔
اس شخص کو یہ بھی غیرت نہیں آئی کہ النجم مین وہ تمام روایتون شیعون کی نقل ہو چکی ہین جن سے تحریف قرآن ثابت ہے علماء شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا ہے کہ ہان ان روایتون سے تحریف قرآن ثابت ہے شیعون کا اقرار نقل ہو چکا ہے کہ ہمارے علما ان روایتون کے معتقد ہین اور یہ مضامین النجم کے عام و خاص سب کی نظر سے گذر چکے ہین ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان مضامین سے گونج رہا ہے بیڈہڑک اسنے لکھدیا کہ ان روایتون کا ایک لفظ بھی تحریف پر دلالت نہین کرتا بلکہ وہ روایتین از قبیل تفسیر ممزوج یعنی ائمہ نے اپنے تفسیری الفاظ قرآنی الفاظ کیساتھ ملا کر بیان کئے ہین اور بس ائمہ نے یہ نہین کہا کہ جامعین قرآن نے کوئی لفظ قرآن سے نکال ڈالا۔ مین سمجھتا ہون کہ دنیا کے کسی اور فرقہ مین اسقدر دلیری و ہمت نہ ہو گی جسقدر اس فرقہ مین ہے یا تمام اہل باطل کی یہی حالت ہو باطل کی مثال اس آیۂ کریمہ مین کیا عمدہ مذکور ہے فرماتا ہے کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار۔"
اس تحریر کو بغور دیکھئے کس درجہ صدق و راستی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ الشمس نمبر۱-۱۱-۱۲ صفحہ ۲۷۹ سے شروع ہے اور صفحہ ۲۹۶ پر تمام - اور جس عبارت سے اڈیٹر صاحب یہان تعرض کرتے ہین وہ صفحہ ۲۰۷، سطر ۲ سے شروع ہوئی ہے۔ تو اب فرمائے آپکا یہ قول و "سب سے پہلا صفحہ جسپر میری نظر پڑی" کہانتک سچ ہے۔ کیونکہ جو رسالہ صفحہ ۲۷۹ سے شروع ہے اوسکا پہلا صفحہ ۲۰۷ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ مقصود ہے کہ دفعۃً سب سے پہلے وہی صفحہ نظر آگیا۔ تو اگرچہ عقلاً ممکن ہے مگر کم سے کم آپکو پہلے صفحات کی نسبت تو کچھ ارشاد فرمانا چاہیئے کہ وہ صحیح ہے یا غلط کیا اون صفحات کے کل مضامین مسلم ہین۔ کیونکہ آپ اس عبارت کو بغرض استشہاد نہین نقل کرتے ہین۔ بلکہ بغرض رد و جواب پھر یہ کونسی عقلمندی ہے کہ ابتدائی صفحات کو چھوڑ دیا اور وسط کلام سے تعرض شروع کیا۔
یہی ترکیب آپکی کتاب مستطاب استقصاء الافحام کے ساتھ بھی ہوئی تھی جسپر الشمس جلد۱ مین آپکی پوری فہمایش کی گئی۔ مگر افسوس آپ اوس انداز سے باز نہین آتے اور اوسی طرح مغالطہ دے رہے ہین۔

بہرحال اڈیٹر صاحب کا فرض ہے کہ اگر وہ الشمس کا جواب لکھنا چاہتے ہین تو یا جسطرح ہم اون کی پوری عبارت لکھتے ہین اوس طرح پوری عبارت نقل کرکے جواب دین کہ اونکے ہم قوم بھی سمجھ سکین یا ایک بحث خاص اوسکی لے لین اور پوری طور پر نقل کرکے جواب دین ۔

ہان صاحب النجم نے اپنے چند روایتین نصیحۃ الشیعہ سے ضرور لکھی ہین جن سے یہہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ شیعون کو قائل تحریف ثابت کرین ۔ مگر افسوس کہ آپنے اوسکے جواب پر نہ نظر کیا جو رد [illegible] مین دیا جا چکا ہے جو نہایت ضروری تھا کہ جس بات کا جواب ہوچکا اگرچہ وہ کیسا ہی جواب ہوا اوسکا دفعیہ آپ پر لازم تھا ۔

ہمنے جو نمونہ کلام نیشاپوری و فخر رازی سے آپکو دکھایا تھا اوس سے آپ سمجھ سکتے تھے کہ وہ کل روایتین اسی قسم کی ہین مگر افسوس بفحوائے من لم یجعل اللہ له نورا فما له من نور آپ کسی طرح اوسکو نہین سمجھ سکتے

نہین نہین سمجھا ضرور مگر بفحوائے جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم آپ چاہتے ہین کہ اوس نور کو مٹا دین حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون ۔

بہرحال آپکے یہ فقرات نہایت ہی قابل قدر ہین ۔

(۱) اس شخص کو یہ بھی غیرت نہ آئی" جس سے معلوم ہوا کہ حریف کی پیش کردہ روایتون اور استدلال کا جواب دینا آپکے نزدیک بے غیرتی ہے ۔ تو اب براہ کرم مجلدات خمسہ الشمس کو ملاحظہ فرمائیے کہ اوسکے کسی ایک نمبر کا بھی جواب آپسے ہوسکا ہے ۔ تو اب آپ ہی بتائیے بیغیرت کون ہوا کیونکہ اس نمبر مین آپ ۳۰ یا ۳۲ صفحہ چھوڑ چکے ہین اور چونکہ ہم جواب مسلسل لکھ رہے ہین لہذا ہمپر یہ ایراد نہین ہوسکتا ۔

(۲) کہ النجم مین وہ تمام روایتون شیعون کی نقل ہوچکی ہین جن سے تحریف قرآن ثابت ہے" اس سے معلوم ہوا کہ بس یہی روایتین ہین ان کے سوا اور کوئی روایت نہین ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ روایتون سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے ۔ تو آپکا آیندہ یہ کہنا روایت اور چیز ہے ۔ اعتقاد اور چیز ہے خود بخود لغو ہوگیا ۔ کیونکہ شیعہ کی روایتون سے ثابت ہو اور سنیون کی روایت سے نہ ثابت ہو ۔ اسکے تو کوئی معنی نہین ۔

ہان اس تحریر مین آپنے لکھا تھا ”النجم مین یہانتک دکھایا جاچکا ہے کہ اس رسالہ (الشمس) کے ایڈیٹر ونکو اردو عبارت لکھنے اور سمجھنے کا بھی سلیقہ نہین ہے“ لہذا خدا نے آپکے کفر توڑنے کو اسی تحریر مین آپکی لیاقت دکھادیا کہ آپ لکھتے ہین ”وہ تمام وہ روایتون شیعون کی نقل ہو چکی ہین“ جو بالکل غلط ہے تمام روایتین ہونی چاہیئے۔

(۳) علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہوچکا ہے کہ ان روایتون سے تحریف قرآن ثابت ہے“ اگر ایسا ہے تو علمائے شیعہ کی یہ کمال ایمان داری ہے کہ جو امر ثابت ہے اوسکا اقرار کرتے ہین۔ بخلاف علمائے اہلسنت کہ بقول آپکے جو امر ثابت ہے اوس سے بھی انکار کرتے ہین اس سے بڑھکر کیا بے ایمانی ہوسکتی ہے آپ یہان لکھتے ہین کہ ”علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہوچکا“ حالانکہ خود ہی آپ اپنے مناظرہ جلد اول مین لکھ چکے ہین ۲۵ جلد ۱ مورخہ محرم ۱۳۲۳ھ

اب ایک اور دلیل منکرین تحریف کی سنیئے جو شیخ صدوق اور محقق طوسی سے صاحب تفسیر صافی نے نقل کی ہے عبارت اونکی یہ ہے ”ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی نے اللہ ان کی خاک کو پاکیزہ کرے اپنی (کتاب) اعتقادات مین فرمایا ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو قرآن اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ پر نازل فرمایا تھا وہ یہی ہے جو دو دفتیون کے درمیان مین ہے اور لوگون کے پاس ہے وہ اس سے زیادہ نتھا شیخ صدوق نے یہ بھی یہ فرمایا ہے کہ جو شخص ہماری طرف اس بات کی نسبت کرے کہ ہم قرآن کو اس سے زیادہ کہتے ہین وہ جھوٹا ہے۔ اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رحمہ اللہ نے اپنی تبیان مین فرمایا ہے کہ زیادتی کی بحث اس مقام مین زیبا نہین کیونکہ قرآن مین زیادتی کے بطلان پر اجماع ہے۔ رہگئی قرآن مین کمی تو وہ مسلمانون مذہب سے اسکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور وہی ہمارے مذہب مین بھی صحیح ہونیکے لئے زیادہ سزاوار ہے اور اسی کی تائید مرتضی رہ نے کی اور یہی روایات سے ظاہر ہوتا ہے ہان بہت سی روایتین شیعہ سنی کے یہان قرآن کی بہت سی آیتون کے کم ہوجانیکی اور اوسکے کچھ حصے کی ایک مقام سے دوسرے مقام پر چلے جانیکی مروی ہوئی ہین مگر انکی سندین احاد ہین جنسے یقین نہین حاصل ہوتا پس ان سے اعراض کرنا اور ان مین نہ مشغول ہونا بہتر ہے کیونکہ انکی تاویل ممکن ہے اور اگر وہ روایتین صحیح ہین

تب بھی قرآن موجود پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن موجود کا صحیح ہونا یقینی ہے کوئی شخص امت سے اس پر اعتراض نہیں کرتا نہ اسکا انکار کرتا ہے اور ہماری روائتین قرآن کے پڑھنے اور اس سے تمسک کرنے پر اور مختلف فروعی حدیثون کے اس سے ملانے پر اور جو روائتین قرآن کے موافق ہون انپر عمل کرنے اور جو اسکے مخالف ہون ان سے پرہیز کرنے پر متفق ہین۔ اور ایک روایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرتا کہ آپنے فرمایا مین تم مین دو بھاری چیزین اپنے بعد چھوڑ جاؤنگا جب تک تم ان دونون سے تمسک کرتے رہوگے گمراہ نہوگے ایک خدا کی کتاب دوسرے میری عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائین۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر زمانے مین موجود ہے کیونکہ یہ جائز نہین ہے کہ حضرت ہمین ایسی بات سے تمسک کرنیکا حکم دین جسکے تمسک پر ہم قادر نہین ہین جس طرح کہ اہل بیت اور وہ لوگ جنکے قول کی پیروی واجب ہے ہر وقت مین موجود ہین۔ اور جبکہ قرآن موجود کی صحت پر سب کا اتفاق ہوگیا تو اسکی تفسیر مین اور اسکے معانی کے بیان کرنے مین مشغول ہونا چاہیئے اور اسکے ماسوا کو ترک کرنا چاہیئے"۔

آپ کہیئے آپکا قول اول صحیح ہے جو پوری عبارت عربی نقل کرکے ترجمہ کیا ہے۔ یا یہ تقریر درست ہے۔ کیونکہ یہان تو آپ فرماتے ہین "علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہوچکا" جسکے مطلب یہ ہوئے کہ کل علما اسکے قائل ہین۔ حالانکہ خود آپ صدوق علیہ الرحمہ اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی اور جناب سید مرتضی رحمہ کا قول جلد اول مین نقل کرچکے ہین کہ وہ تحریف کے بالکل خلاف ہین۔ پھر بتائے کہ آپ مصداق آیہ مذکورہ ہوئے یا نہین۔

ہان آپ اگر معتقدین کے خوش کرنے کو یہ جواب دین کہ صرف یہی تین عالم شیعہ منکر تحریف ہین اور ما بقی مقر تحریف ہین۔ تو اسکا جواب بھی آپنے پہلی ہی جلد مین دیدیا ہے ص۵ جلد اول پرچہ ۱۲ ذیحجہ ۱۳۲۲ھ مین لکھتے ہین "یہ عبارت باواز بلند اعلان کررہی کہ یہ تینون بزرگ یعنی شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی اور انکے استاد بزرگ علی بن ابراہیم قمی اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی تحریف قرآن کے معتقد تھے"۔

جس سے معلوم ہوا کہ اگر آپکے قول کو بجنسہٖ تسلیم کر لین تو صرف تین عالم علمائے شیعہ سے قائل تحریف نکلے نہ کل علما کیونکہ تین عالم شیعہ کا قول تو خود آپ نقل کر چکے ہین کہ وہ تحریف کے منکر ہین پھر صاحب تفسیر صافی اور صاحب تفسیر مجمع البیان کا قول بھی نقل کیا کہ وہ لوگ بھی منکر تحریف ہین ۔ تو اب قائلین تحریف کا قول بہ نسبت منکرین تحریف شاذ ٹھہرا ۔ اور فن مناظرہ مین مسلم ہو چکا ہے کہ قول شاذ سے استدلال نہین ہو سکتا ۔

نہ معلوم اسقدر تجربہ کاری کے بعد آپکا دماغ کیون اسقدر ماوف ہو گیا جو یہان فرماتے ہین "علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا کہ ان روایتون سے تحریف قرآن سے ثابت ہے" جسکا ظاہری مطلب یہی ہے کہ کل علما اسکے قائل ہین حالانکہ جلد اول مین آپ فرما چکے ہین "اب اس مقام پر مجھے یہ ظاہر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ تحریف مین اسقدر اختلاف شدید جو حضرات شیعہ مین ہے اس اختلاف مین اصول مذہب شیعہ کے موافق حق کسکی جانب ہے"

جس سے آپنے بدیہی طور پر اقرار کر لیا کہ علمائے شیعہ مین تحریف قرآن کے متعلق اختلاف شدید ہے ۔ پھر عام طور پر علمائے شیعہ کی نسبت یہ کہنا کہ علمائے شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہین ۔ کسقدر خلاف دیانت ہے ۔

چونکہ الشمس جلد ۶ مین جو عنقریب شروع ہونیوالی ہے اڈیٹر صاحب کے جلد اول کی تحریر کا پورا جواب دیا جائیگا انشاء اللہ اسلئے زیادہ لکھنا مناسب نہین ۔ کیونکہ اس نمبر کے بعد آپکو وہی نمبر ملیگا جسمین ان عبارتون کا جواب ہوگا ۔ مگر یہ تو آپکو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اڈیٹر صاحب کی تقریر یہان کی خود اون کی تقریر سابق مندرج جلد اول سے باطل ہو گئی ۔ ہان آپکی علمیت پر ایک اور روشنی ڈال دینا مناسب ہے کہ آپ جناب شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کی نسبت لکھتے ہین "شاید علوم درسیہ کے پڑھنے والونکو یقین نہ آئے کہ یہ تقریر محقق طوسی کی ہے"

جس سے معلوم ہوا کہ آپ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کو محقق طوسی سمجھ رہے ہین جو آپکے ہمہ دانی کی دلیل ہے حالانکہ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی اور بزرگ ہین اور محقق طوسی سنہ الرحمہ دوسرے بزرگ ہین شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کی ولادت ماہ رمضان ۳۸۵ھ مین ہوئی وفات ۲۲ محرم ۴۶۰ھ مین اور محقق طوسی کی نسبت کشف الظنون مین ہے تجرید الکلام العلامۃ

المحقق نصیر الدین ابی جعفر محمد بن محمد الطوسی المتوفی ۶۷۲ھ صفحہ ۲۴۹
تو اب اسکو آنکھیں دانی نہ دیکھیں تو اور کیا کہیں جو آپ شیخ الطائفۃ المتوفی ۴۶۰ھ کو محقق طوسی بنا رہے ہیں المتوفی ۶۷۲ھ

اسی طرح ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ کو آپ شیخ الاسلام کا لقب دیرہے ہیں حالانکہ اونکا لقب ثقۃ الاسلام تھا۔

(۴) لکھتے ہین" اور یہ مضامین النجم کے عام وخاص سب کی نظر سے گذر چکے ہین ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان مضامین سے گونج رہا ہے" جو بات درست ہے کیونکہ نصیحۃ الشیعہ جس سے آپنے یہ مضامین چرائے ہین بصورت قلمی رسالہ نکلتا تھا جس سے صرف وہی لوگ اسکے ناظر تھے اور آپنے اسکو بصورت اخبار شایع کیا جس سے بقول آپکے یہ مضامین عام وخاص سبکی نظر سے گذر چکے اور ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان مضامین سے گونج رہا ہے"

مگر آپکو اسلام کی کہان محبت جو اسپر غور کرتے کہ اس سے کیا نتیجہ ہوا کیونکہ ایک طرف تو عیسائیون نے ان مضامین سے اسلام پر حملہ کیا تالیف القرآن کو تصنیف کیا جسکے نسبت خود آپ اپنے مناظرہ حصہ دوم مورخہ ۷ جمادی الاخری مین بجواب مولوی عبد الکریم صاحب مختار باندہ لکھتے ہین "آپنے اپنی اس تحریر کے ساتھ دو رسالہ عیسائیون کے بھی بہیجے تھے جن مین سے ایک مبحث تحریف سے متعلق ہے جسکا جواب میری تحریرات مین آچکا دوسرا رسالہ حضرت علی سے متعلق ہے اس رسالہ کو بغور دیکھا اور مجھے ان ناحق شناسون کی عقل و دانش پر سخت تعجب آتا مختصر طور پر مین اس رسالہ کے متعلق دو ایک باتین عرض کرنا چاہتا ہون۔

تالیف القرآن کا جواب مفصل جواب اس رسالہ کا تو انشاء اللہ کسی اور وقت مین لکھا جائیگا"

اڈیٹر صاحب براے خدا فرمائے یہ فیض آپ ہی کا ہی یا اور کسیکا جس سے مسٹر اکبر مسیح نے تالیف القرآن کو لکھا اور آپکے ایک دینی بہائی نے از راہ کمال ہمدردی آپکے پاس بغرض جواب بھیجا اور آپ اوسکے جواب مین فرماتے ہین جواب اس رسالہ کا تو انشاء اللہ کسی اور وقت لکھا جائیگا"

خدا کیلئے فرمائیے اسکا جواب لکھا یا نہین اب وہ وقت کونسا آئیگا جو اسکا جواب لکھیگا کیونکہ اخبار کو بند کر چکے جو غرض اصلی آپکی دنیا تھی وہ حاصل ہو گئی ایک مدرسہ کے مدرس ہو گئے تنخواہ مفت ملی جاتی ہے۔ پھر بتائیے آپ کیسے مسلمان ہین کہ پادری قرآن پر اس طرح حملہ کر رہا ہے اور آپسے اوسکا جواب نہین ہوسکتا یا ہوسکتا ہے تو دیتے نہین ۔

کیا شیعون کا قتل آپ پر ایسا واجب ہے کہ اوسکے مقابلہ مین ایک عیسائی کے مقابلہ مین بھی آنا آپکو گوارا نہین اگرچہ وہ اسلام کو تباہ کر ڈالے۔ کیونکہ خود ہی آپ اوس تالیف القرآن کی حقیقت یہ لکھ رہے ہین ۔

مولف تالیف القرآن یعنی مسٹر اکبر مسیح کا مقصود اصلی اس کتاب کی تالیف سے یہ ہے کہ قرآن مجید کو آنحضرتؐ نے علمائے یہود و نصاریٰ اور نیز دوسرے فرقونکے عابد و زاہد لوگونکے کلمات سے مرتب کیا ہے اور یہ کہ آنحضرت انہین مضامین کو جو آپنے علمائے یہود و نصاریٰ سے اخذ کئے تھے وحی کہتے اور کلام خدا ظاہر کرتے ؛؛

لِلّٰہ کہیئے یہ اعتراض سخت ہے۔ یا شیعونکا اعتراض بقول آپکے کہ وہ قائل تحریف ہین پھر کیا آپکی ہمدردی اسلام اسیکو متقاضی ہے کہ شیعونکو تو تحریف قرآن کا قائل بنائیے اور عیسائی پادری جو آپکی کتابون سے ثابت کر رہا ہے کہ حضرت نے قرآن لوگون سے سُن سنا کر مرتب کیا اوسکے جواب کی کوئی ضرورت نہین ۔

اگر غور کیجئے تو آپکا درجہ عداوت اسلام مین عمر و شمر سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ اونہون نے بطمع دنیا جناب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جسپر وہ فائز ہوئے اور آپ تو قرآن کو ذبح کر رہے ہین جس سے کوئی نفع دنیوی بھی آپکو نہین حاصل ہوسکتا جسکا نتیجہ بھی آپنے دیکھ لیا کہ تمام قوم نے آپکے اخبار ضلالت شعار سے ایسی نفرت کی کہ آپکو اخبار بند کرنا پڑا اور ریاکی گری پر اوقات بسری آپڑی ۔

اڈیٹر صاحب آپ تعلّی و تفاخر مین یہ فرمارہے ہین کہ مضامین النجم کے عام و خاص سبکی نظر سے گذر چکے ہین ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان مضامین سے گونج رہا ہے ؛؛

بیشک بہت سچ ہے کیونکہ پہلے تو مسٹر اکبر مسیح نے اون مضامین سے تالیف القرآن کو مرتب کیا جسکا جواب آپنے فرمائیے قیامت پر ڈالا۔ اور اب پنڈت بھوجدت صاحب اڈیٹر مسافر آگرہ اوس کے

مضامین کو پبلک مین لارہے ہین ۷ نمبر اوسکے نکل چکے ہین اور شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب
آپکے نام پر زور رہے ہین کہ آجتک اوسکے دو نمبر کا بھی پورا جواب نہ دے سکے اور جواب دیا تو
یہ دیا "حضرت عمر اور دیگر صحابہ کی اصطلاح مین کتاب دو معنی مین بولا جاتا تھا ایک تو صرف قرآن مجید
دویم قرآن و حدیث یعنی شریعت رسول اللہ صلعم" ملاحظہ ہو مسلمان صفحہ ۳ ۲۳ مورخہ ۴ ۲ ذیحجہ
کیا خوب جواب دیا ہے کہ حدیث بھی کتاب اللہ بنا دی گئی جس سے اور بھی مصیبت تیز ہو گئی کیونکہ
یہ اتفاق اہلسنت ہزارہا حدیثین موضوع ہین تو اب اور بھی مطلع صاف ہو گیا کہ کتاب اللہ مین صرف
تحریف ہی نہین ہوئی بلکہ ہزارون موضوعات اوسمین بھرے ہین۔

اڈیٹر صاحب نے اپنے مقصد مین تو یہانتک کامیابی حاصل کی کہ پنڈت جگت پرشاد صاحب
کے سامنے بحث تو پہلے چھیڑی ایمان خلفاء ثلثہ کی اور بحث کو کاٹ کر تحریف قرآن کی بحث نکالی جسمین
اچھی طرح آپنے اوس ہندو پنڈت کے سامنے ثابت کر دیا "مولوی عبد الشکور صاحب نے فرمایا کہ اہلسنت
یہ تو مانتے ہین کہ یہ قرآن جسقدر اوترا تھا وہ کل نہین ملاحظہ ہو ص ۲۱ کارروائی مباحثہ سنی و شیعہ
پھر بتایئے قرآن کی کیا حالت ہوئی اور اوس مخالف اسلام نے کیا نتیجہ نکالا ہوگا کیونکہ ایک
طرف تو آپنے عام طور سے فرمایا "اور قرآن شریف پر حضرات شیعہ ایمان نہین رکھتے" ملاحظہ ہو ص ۱
دوسری طرف یہ ارشاد ہوا کہ اہلسنت مانتے ہین کہ یہ قرآن جسقدر اوترا تھا وہ کل نہین تیسری طرف
یہ بھی ارشاد ہوا دوسرے لوگون کے جمع کئے ہوئے قرآن کہ جنمین تفسیری الفاظ۔ منسوخ آیتین لکھی
ہوئی تھین اس خیال سے جلوا دیا کہ انکی وجہ سے آیندہ کوئی غلطی نہ پڑے ص ۲۱
جس سے اوس نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ اس قرآن کی کیا حالت ہے کہ صحابہ نے اس مین تفسیری
الفاظ منسوخ آیتین بھر دی تھین۔ یہ قرآن اسی قابل تھا کہ خلفا نے اوسکو جلوا دیا۔ اس سے بڑھکر
کیا تائید اسلام ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھکر آپکی کیا کارروائی ہو سکتی ہے جسپر آپ فخر کرین۔
اڈیٹر الشمس نے حتی الامکان آپکی فہمایش مین کوتاہی نہ کی اور زوردار لفظون مین سمجھایا
کہ چونکہ یہ زمانہ مخالفین اسلام کی شورش کا ہے عیسائی آریہ مخالفت قرآن پر خاص طور پر کمربستہ
ہین لہذا قرآن کو مایہ نزاع نہ قرار دینا چاہیئے کہ اس مخالفت سے اونکو موقع ملیگا۔
اس فہمایش کا جواب کیا ملا؟ ۲۳ جلد ۵ مورخہ ۴ ا جمادی الاولی مین لکھتے ہین "الشمس جو
النجم

خاص النجم کے جواب مین نکالا گیا ہے اور پورے ایک سال سے نکل رہا ہو ابتک باوجود بے انتہا کوشش کے النجم کی ایک بات کا بھی جواب نہ دے سکا۔۔ خاص مسئلہ تحریف قرآن مین النجم نے تمام دنیا کے شیعونکو ہندوستان سے لیکر ایران تک مخاطب بنایا اور متواتر پر زور اعلان دیئے کہ اس بارے مین جو کچھ تمھارے عذرات ہون وہ پیش کرو۔۔ ان اعلانات کو مدت گذر گئی مگر کسی صاحب کو ہمت نہ ہوئی"

اس عبارت سے یہ تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ الشمس نے سال بھر تک آپکی ان تحریرونکا جو متعلق تحریف قرآن تھا کوئی جواب نہ دیا جسکو آپ ہماری عاجزی و مجبوری پر محمول کرتے ہین۔ مگر آپ سمجھ سکتے ہین کہ صبر و تحمل کا بھی انتہا کر دیا کہ ان جگر دوز کلمات پر بھی ہمنے اس مسئلہ مین سکوت ہی کیا حالانکہ آپ ہمکو اور تمامی علمائے شیعہ کو اعلان دیتے رہے۔

پھر اڈیٹر صاحب لکھتے ہین "اڈیٹر الشمس نے اکی مرتبہ وعدہ کیا تھا کہ مین بحث تحریف قرآن کا جواب لکھتا ہون [illegible] ایک حرف بھی جواب کا نہ ملا شاید آیندہ لکھین"

[illegible] سے آپکو اچھی طرح معلوم [illegible] کہ الشمس [illegible] کا پہلا نمبر بھی بحث تحریف سے خالی تھا کہ اسلام پر یہ حملہ [illegible] ہو چلے مگر اڈیٹر صاحب ایک ایک تحریر کو تین تین چار چار بار نقل کرکے اور ان کلمات [illegible] تعالی سے [illegible] اشتعال دلایا کہ آخر الشمس کو اپنی جلالت دکھانی پڑی اور تمام [illegible] کیا [illegible] بھی الشمس [illegible] النجم [illegible] کہ کسی فریق مخالف اسلام سے [illegible] کسی [illegible] عیسائیون اور آریون کی [illegible] چھپ گئی اور ملک مین شائع ہوئی۔

(۱) [illegible] النجم [illegible] کا عقیدہ شیعونکو قائل بہ تحریف قرار دیا مگر [illegible] اسلام [illegible] کسی کتاب [illegible] نام لیتے ہین۔ اور نہ کسی عالم کا۔ بلکہ جدہر دیکھو [illegible] اڈیٹر صاحب غور کرین اور انکو کہا [illegible] کانون آوازون سے گونج رہا ہے [illegible] کو معتقد تحریف کہہ رہے ہین یا اہلسنت کو فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۲) [illegible] آپ بدحواس [illegible] لکھدیا کہ ان روایتونکا ایک لفظ بھی تحریف پر دلالت

نہین کرتا ہے

بس اصلی غصہ آپکا اسی پر ہے کہ ہمنے یہ کیون لکھا کہ ایک لفظ بھی اسکا تحریف پر نہین دلالت کرتا۔ اگر اسکا قائل ہوجاتا کہ ہان اس سے تحریف ثابت ہے تو آپ بہت خوش ہوتے کیونکہ اصلی غرض تو آپکی یہی ہے کہ قرآن کی تحریف ثابت ہو جس سے نہ خود آپ خوش ہونگے۔ بلکہ آریہ۔ اور عیسائی بھی کہ قرآن ایسا ہے کہ خود مسلمان بلکہ وہ مسلمان جو مومن پاک اور سچے وارث اسلام مین وہ بھی تحریف کے قائل ہین۔

اڈیٹر صاحب اس خیال باطل کو اپنے دلسے نکال ڈالین کہ کسی روایت شیعہ سے آپ اسکا اثبات کرسکین یہ الزام تو قدیم الایام سے آپکے عثمان پر چلا آتا ہے کہ صحابہ نے اس تحریف عثمانی پر اعتراض کیا جیسا کہ ازالۃ الخفا مین ہے قالوا نقمنا علیک انک جعلت الحروف حرفاً واحداً صلہ۲۲۴ کہ صحابہ نے کہا ہمارا اعتراض تمپر یہ ہے کہ حروف (سبعہ) قرآن کو ایک حرف کردیا۔

پھر صحابہ و تابعین نے جنکو خوارج کا لقب دیا اور وہ سب آپکے مقتدا ہین خود عبداللہ بن زبیر کے سامنے کہا جیسا کہ تاریخ کامل مین ہے صفحہ۶۲ جلد۴

ثم ان الناس استخلفوا عثمان فحمی الاحماء واثر القربی واستعمل الفتی ورفع الدرۃ ووضع السوط ومزق الکتاب

یعنی پھر لوگون نے عثمان کو خلیفہ بنایا جسنے چراگاہونکو اپنے لئے خاص کیا۔ اور اپنے قرابت مندون کو حاکم بنایا اور درہ بلند کیا اور کتاب کو پارہ پارہ کیا جسکا جواب کوئی بھی عبداللہ بن زبیر نہ دیسکے تو پھر آپ شیعون کی روایتون سے تحریف کہان ثابت کرسکتے ہین۔

آپکو لازم تھا کہ الشمس کی اس عبارت کو بغور پڑھتے اور اگر کسی طرح کی غلطی اسمین دیکھتے تو اسکو ظاہر کرتے کیونکہ ہمنے تو آپکے امام فخرالدین رازی اور نیشاپوری کا قول لکھدیا ہے کہ وہ لوگ اس سے یہ ثابت کیا چاہتے ہین کہ امام علیہ السلام نے تحریف کا اظہار کیا حالانکہ کہین نام بھی تحریف کا نہین ہے نہ کسی لفظ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے بلکہ امام علیہ السلام نے فلان فلان کے مطلب کو بتایا ہے کہ اس سے اول مراد ہے اس سے ثانی مراد ہے ملاحظہ ہو صفحہ۳۰۵-۳۰۶ و صفحہ۱۱ جلد۴

اس تقریر کا جواب اڈیٹر صاحب کو یہ دینا چاہیئے تھا کہ وہ کوئی حدیث ایسی پیش کرتے جسمین امام نے فرمایا ہو کہ اصل قرآن مین ابوبکر و عمر نے یہ نکالدیا گیا - یا یہ کہ امام نے فرمایا یہان تحریف ہوئی ہے اصل مین اس طرح تھا - یہ سب تو کچھ ہوا نہین - جواب مین فرماتے ہین - کیا -

"خیر اب ہم اڈیٹران الشمس کی خاطر سے پھر اس مضمون کا اعادہ کرتے ہین جو اڈیٹر اثنا عشری کے چھیڑنے پر لکھا تھا جسکے جواب سے وہ ایسا عاجز ہوئے کہ تبادلہ بھی موقوف کردیا اس مضمون مین بحث تحریف کا نہایت خلاصہ درج ہے نمبر ۱۹ جلد ۶ مورخہ ۱۰ صفر ۱۳۲۸ھ"

اڈیٹر صاحب النجم ملاحظہ فرمائین یہ کونسا جواب ہے بحث تو اسکی ہے کہ اس سورہ فرقان کی آیہ یوم یعض الظالم علی یدیہ مین تحریف ہوئی یا نہین جسکا دعوی فخر رازی و نیشاپوری نے کیا تھا کہ شیعہ تحریف کے قائل ہین - اسکے جواب مین اسکا اثبات کرنا تھا یا عام تحریف کی بحث کو پیش کرنا - حالانکہ اصول مسلمہ اہلسنت سے ہے لا دلالہ للعام علی الخاص - عام سے خاص نہین ثابت ہوسکتا -

بفرض محال اگر وہ سب روائتین جو بمقابلہ اثنا عشری آپنے لکھی ہین یہ دلیل تحریف قرآن بھی ہون تو یہ خاص تحریف کیونکر ثابت ہوئی جسکا کہین اوسمین ذکر ہی نہین -

اڈیٹر صاحب نے چونکہ اوس تقریر کا یہان پر اعادہ کیا ہے جسکو پہلی جلد مین لکھ چکے ہین نمبر دوسری جلد بجواب اثنا عشری پھر الکھد فعہ اور لکھا پھر یہان لکھا - اسلئے ہم اس بحث کو آیندہ جلد پر محول کرتے ہین انشاء اللہ مسلسل تحریر انکی حرف بحرف لکھی جائیگی اور جواب قبول ہوسکا دیا جائیگا و اللہ علی کل شئی قدیر

اڈیٹر صاحب نے اپنی اس تحریر سابق کو ۱۸ سے شروع کیا اور ۲۱ مین جا کر ختم کیا - خاتمہ تقریر مین کچھ افادہ جدیدہ بھی فرمایا ہے مگر چونکہ اسکا تعلق زیادہ تر حدیث ملا سے ہے جسکا خاص طور پر جواب دیا جائیگا لہذا اسکو بھی آیندہ پر محول کیا جاتا ہے - کیونکہ انشاء اللہ اب اسکے بعد روایات شیعہ ہی کی بحث شروع ہوگی -

الشمس نمبر ۲ و ۳ جلد ۵

کی رسید نمبر ۳ جلد ۶ مورخہ ۲ جمادی الاول (الاولی) ۱۳۲۸ھ مین لکھتے ہین "الشمس نمبر ۲ و ۳ جلد ۵ النجم آج کی ڈاک سے ملا - اگرچہ ہم الشمس کا ناقابل التفات ہونا ضرورت سے زیادہ دکھا چکے ہین اور اب اس امر کی بالکل حاجت باقی نہین رہی کہ اسکے متعلق ایک حرف بھی لکھا جائے"

اس عبارت سے یہ تو بخوبی معلوم ہوا کہ الشمس جلد ۵ کا نمبر ۲ و ۳ ویسا ہی انکو ملا - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

کوئی جواب اسکا نہو سکا جسکو وہ لفظ ناقابل التفات سے ظاہر کر رہے ہین۔

پھر فرماتے ہین ہم بھی الشمس کے ہر نمبر کے متعلق باوجود ضرورت ہونیکے کچھ نہ کچھ لکھدیا کرتے ہین چنانچہ ان نمبرونکی حالت بھی باختصار تمام ناظرین پر واضح کی جاتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو چیلنج سب سے پہلے الشمس کا یہ لطیفہ قابل ملاحظہ ہے کہ الشمس کے موجودہ نمبرون مین آپ مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث کو مسئلہ تحریف پر بحث کرنے کے لئے چیلنج دے رہے ہین چنانچہ فرماتے ہین"

اسکے بعد دو مین الشمس کی نقل کی ہے اور فرماتے ہین "ایڈیٹر صاحب اصلاح کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپکا چیلنج منظور کیا گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب تیار ہین اور آمادہ ہین جو مقام آپ تجویز کرین اور جس تاریخ کو آپ معین فرمائین اطلاع دیجئے انشاء اللہ مولوی ثناء اللہ صاحب اُس مقام پر اُس تاریخ کو موجود ہو کر آپکو ملینگے"۔

الشمس ۱ و ۲ و ۳ کا مجموعی حجم ۹۶ صفحہ ہے جسمین ۲۳ صفحہ مین حد الشارق مین تحریف قرآن کی بحث ہے ۴۴ صفحہ مین کشف الظلمات ۲۹ صفحہ مین رد الملاحدہ۔ مگر اوسکا کوئی جملہ کوئی حرف آپکے نزدیک قابل جواب نہین ہے صرف یہی ایک فقرہ قابل انتخاب تھا جسمین مولوی ثناء اللہ صاحب کی دعوت مناظرہ منظور کیگئی تھی۔

اس ترکیب پر آپ یہ فرماتے ہین ہم بھی الشمس کے ہر نمبر کے متعلق باوجود ضرورت نہونیکے کچھ نہ کچھ لکھدیا کرتے ہین مگر افسوس اہلسنت مین اب کوئی شخص بھی صاحب حس نہین رہا جو انسے پوچھتا کہ کیا اسی کا نام ہر نمبر کے متعلق کچھ لکھدینا ہے"

خدا رحم کرے اوس قوم پر جسکے عوام الناس کی یہ حالت ہو اور علما کی یہ شان کہ نہ جھوٹھ بولنے مین عذر نہ فریب و دغا مین تامل جو چاہا لکھدیا جو چاہا لکھدیا۔

اے بندہ خدا تجھے شرم نہ آئی کہ کیا کر رہے ہو کبھی تو کہتے ہو۔ قابل التفات نہین کبھی کہتے ہو ہر نمبر کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھدیا کرتے ہین یہ کونسی انسانیت ہے کون سی شرافت۔

مناظرہ کی دعوت اہلحدیث نے دی تھی اونکے جواب مین منظوری دی گئی اوسکا فرض تھا شرائط معین کرتے تاریخ و مقام مقرر کرتے۔ آپکو وکالت فضولی کا کونسا حق تھا۔

آپکو تو بارہا لکھا گیا کہ جسطرح چاہے مناظرہ کر لیجئے خواہ زبانی ہو خواہ قلمی مگر ہمیشہ آپ گریزان ہی رہے تحریری مناظرہ مین آپ الشمس کو ناقابل التفات کہتے ہین۔ تقریری مناظرہ مین نہ گورنمنٹ سے اجازت لینے کی ضرورت مانتے ہین نہ حفظ امن کے سامان کو ضروری جانتے ہین۔ پھر چارہ کیا ہے۔

زبانی مناظرہ کے کل مراحل اصلاح ۱۲ جلد ۱۳ مین طے کر دئے گئے ہین ملاحظہ ہو صفحہ ۲ لغایت ۸ نیز صفحہ ۵ و ۱۵ ملحقہ جسمین مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی عبد الشکور صاحب دونو صاحبون سے مخاطبہ کیا گیا ہے مگر افسوس آجتک کوئی جواب اوسکا نہین ملا جسمین آخر مین یہ بھی لکھا گیا تھا۔

"اڈیٹر النجم اگر دل سے مناظرہ پر آمادہ ہین جسکا چندبار اعلان دیا اور ہر دفعہ اصلاح و الشمس نے

مستعدی ظاہر کی گروہ بنۓ تھے حیلہ کرکے روپوش ہوگئے تو باہ کرم بہیرہ سادات ضلع مظفر نگر کے مناظرہ کا حال جو بتاریخ ۲۶ جمادی الثانیہ مطابق ۱۹۰۷ عیسوی ہوا تہا مصدقہ جناب مولوی محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ دیوبند و مولوی محمد احسن صاحب امروہوی (جو شاید اب مرزائی ہوگئے ہین) شایع کرین معلوم ہو جناب فخر الحکما دام ظلہ اوس مناظرہ مین تشریف لیگئے تھے اور اہلسنت نے اوسمین کیا نتیجہ پایا۔ اگر اس مناظرہ کی روئداد آپ مصدقہ علماۓ مذکورین شایع کرینگے تو ہم سمجھینگے آپ دل سے مناظرہ پر آمادہ ہین ورنہ معلوم ہوگا صرف عوام کی تسکین کیلئے یہ مضامین شایع ہوتے ہین ملاحظہ ہو اصلاح ۱۲ جلد ۱۳ صفحہ ۵۰

اڈیٹر صاحب النجم بتائین کہ آجتک اس تحریر کا کوئی جواب آپنے شایع کیا جس سے معلوم ہوتا کہ آپ دل سے آمادہ مناظرہ ہین اڈیٹر صاحب للہ امت محمدیہ پر رحم کیجئے تمامی علماۓ اہلسنت کو جمع کرکے ایک عام مناظرہ وسیع پیمانہ پر کر گذریئے کہ آپکے دلکا حوصلہ بھی نکل جاۓ۔ ہم بھی لکھنؤ ہی کو پسند کرتے ہین جہان آپکا دولتخانہ ہو اور ہزارون کنجڑے۔ قصائی۔ آپکے مددگار ہین۔ وہان آپکے علما بھی ہین مولوی عین القضاۃ صاحب بھی تشریف فرما ہین جن سے ہم کلام ہونیکو شیعہ طلبہ سے کوئی بھی اپنا ننگ و عار نہ سمجھے گا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب بلکہ اپنے جدید مدعی نبوت مرزا حیرت کو بھی بلا لیجئے اور ایکدفعہ دلکا حوصلہ نکال لیجئے یہ مناظرہ انشاء اللہ پندرہ روز رہیگا۔ آپ اپنے علما کے اخراجات کے متکفل ہونگے ہم اپنے علماۓ دین کی آمد و رفت کے اخراجات کے متکفل۔ گورنمنٹ مین درخواست دیکر تاریخ مناظرہ مقرر کرکے رقعہ دعوت تقسیم کیجئے اور شرائط مناظرہ پہلے سے طے کرلیجئے کہ پھر کوئی حوصلہ آپکے دل مین نہ رہے۔

یہانتک تو اتنی خیریت بھی کہ اڈیٹر صاحب رسید دیدیتے تھے۔ مگر اسکے بعد سے تو ایسا حیپ ہوے کہ الشمس کی رسید بھی نہین دیتے حالانکہ آجکل اونکے عروج کا زمانہ ہے۔ اڈیٹری ایک طرف ہے۔ مدرسی ایک طرف جس سے عثمان غنی بنگئے مگر اب الشمس کے نام لینے سے بھی ڈرتے ہین کہ کہین اونکی قوم سمجھدار بنکر جواب دینے پر مجبور نہ کرے۔ کیونکہ اپنے اخبار ۲۵ جلد ۷ مورخہ ۱۴ رمضان ۱۳۲۸ھ مین بجواب مسئلہ لف حریر لکھ چکے ہین۔

"النجم مین تو ایسے خرافات کی طرف بالکل توجہ نہین کیجاتی مگر بعض اوقات جب ناظرین کا اصرار ہوتا ہے کہ فلان مضمون کا جواب ضرور ہونا چاہیئے اسوقت کچھ لکھدیا جاتا ہے چنانچہ حرمت الخمر کا جواب بھی بعض ناظرین ہی کے اصرار سے لکھا گیا اب ناظرین کا اصرار ہے کہ مسئلہ لف حریر کا جواب بھی لکھا جاے" جس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ آپ لکھتے ہین محض خریداران النجم کے اصرار سے لہذا اب الشمس کا نام ہی لینا چھوڑ دیا کہ کہین اسپر بھی خریداران النجم کا اصرار ہوا تو کیا کرینگے۔

اب ناظرین الشمس سے التماس ہے کہ وہ اپنی اس قومی کامیابی پر جسقدر ممکن ہو غور فرمائین کہ الشمس نے کیا کام کیا ہے ظلمت کفر کو کسطرح اسنے دور کیا کہ حریف زندہ ہے مگر زندہ درگور نہ الشمس کا جواب دیسکتا ہے نہ نام لے سکتا ہے۔

فصدق قول اللہ تبارک وتعالیٰ ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبہت الذی کفر واللہ لا یہدی القوم الظالمین کہ جبکہ اونسے کہا گیا اشمس (آفتاب) کو مشرق سے لاتا ہوں تو اوسکو مغرب سے پس مبہوت ہوگیا وہ کافر اور خدا نہین ہدایت کرتا ظالمین کو۔ المنجم

پر افترا کرنا کونسا مشکل ہے۔

دوسری دلیل مین ایمان کی نفی کرتا ہے حضرت سے کہ حضرت ایمان کو نہین جانتے تھے تو آپکے آبا واجداد کہان سے ایمان لاسکتے ہین حالانکہ خدا فرماتا ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلنہ نورا نھدی بہ من یشاء من عبادہ وانک لتھدی الی صراط مستقیم جس سے بداہت معلوم ہوا کہ خدانے اپنے امر سے روح کو رسول اللہ پر نازل کیا جسکے قبل درایت کتاب و ایمان کی نفی کرتا ہے۔

بحث ایمان رسول

یہ ہے ایمانداری علماے اہلسنت کہ خود حضرت کے کفر کے قائل ہین قبل بعثت حالانکہ یہ اجماعی اہل اسلام ہے کہ انبیا قبل بعثت بھی مومن تھے چنانچہ تفسیر کبیر مین ہے واختلف العلماء فی ھذہ الآیۃ مع الاجماع علی انہ لایجوز ان یقال الرسل کانوا قبل الوحی علی الکفر و ذکروا فی الجواب وجوھا صـ۲۷ جلد ۷

یعنی علمانے اس آیہ مین اختلاف کیا ہے حالانکہ سبکا اجماع ہے اسپر کہ انبیا قبل وحی کافر نہ تھے اور نہ اونکو یہ کہا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ وہ کافر تھے۔ اسیوجہ سے جواب مین چند وجوہ ذکر کیا ہے اس عبارت نے آپکو بتادیا کہ نفی ایمان حضرت سے قبل وحی خلاف اجماع مسلمین ہے مگر یہ اعور صرف معاندت و مخالفت شیعہ مین اسکا مدعی ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت قبل وحی ایمان سے بے بہرہ تھے۔

اب سنئے اون وجوہ کو جو امام رازی اس آیہ کی تفسیر مین لکھتے ہین الاول ماکنت تدری ما الکتاب ای القرآن ولا الایمان ای الصّلٰوۃ لقولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ای صلاتکم۔

الثانی ان حمل ھذا علی حذف المضاف ای ماکنت تدری ما الکتاب ومن اھل الایمان یعنی من الذی یؤمن ومن الذی لا یؤمن الثالث ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان حین کنت طفلا فی المھد + الرابع الایمان عبارۃ عن الاقرار بجمیع ماکلف اللہ تعالیٰ بہ وانہ قبل النبوۃ کان عارفا بجمیع تکالیف

اللہ تعم بل انہ کان عارفاً باللہ تعم و ذلک لاینافی ماذکرنا الخامس صفات اللہ تعم علی قسمین منہا ما یمکن معرفتہ بمحض دلائل العقل ومنہا ما لایمکن معرفتہ الا بالدلائل السمعیۃ فہذا القسم الثانی لم تکن معرفتہ حاصلۃ قبل النبوۃ

پہلے یہ کہ ماکنت تدری مین کتاب سے مراد قرآن ہے اور ایمان سے مراد نماز ہے کیونکہ خدانے آیہ ماکان اللہ لیضیع ایمانکم مین ایمان سے مراد نماز کو لیا ہے دوسری یہ کہ اسمین مضاف محذوف ہے یعنی لفظ اہل کہ تم نہین جانتے تھے کیا ہے کتاب اور کون ایمان لائیگا اور کون نہین ۔

تیسرے یہ کہ مراد اس سے حالت طفلی ہے چوتھے یہ کہ ایمان نام ہے اقرار جمیع تکلیفات الٰہی کا اور ظاہر ہے کہ قبل نبوت حضرت اونکے عارف نہ تھے لہذا ماکنت تدری کہہ سکتے ہین اور اس سے عدم ایمان نہین لازم آتا ۔

پانچوین یہ کہ صفات خدا دو قسم کے ہین ایک وہ جو معمولی دلائل عقلی سے معلوم ہو سکتی ہین اور دوسرے وہ ہین کہ دلائل عقلی کافی نہین جب تک کہ دلائل سمعی نہ ہون تو قبل نبوت حضرت اون صفات کے عارف نہ تھے ۔

اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ چونکہ ظاہر آیہ موہم تھا عقیدہ فاسدہ کا اسلئے ان وجوہ سے اوسکی توضیح کی گئی ۔

مگر غور کرو تو تاویل کی کوئی ضرورت ہی نہین مطلب بالکل صاف ہے کیونکہ خداوند عالم سورہ حمعسق مین فرماتا ہے ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء انہ علی حکیم وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نہدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتہدی الی صراط مستقیم ۔

یعنی کسی آدمی کو یہ بات نہین ہے کہ خدا اوس سے کلام کرے مگر یا وحی سے یا پس پردہ سے یا کوئی رسول بھیجے جسکی طرف خدا اپنے اذن سے وحی کرتا ہے جس چیز کو چاہے کہ وہ علی وحکیم ہے ۔

اس آیہ مین خدانے اپنے کلام کرنے کا تین طریقہ بتایا ہے جسکے سوا چوتھی کوئی صورت نہین ہو سکتی یا وحی ہو یا کسی پردہ سے یا بذریعہ رسول - اسی قاعدہ سے فرماتا ہے ہمنے تپر بھی وحی کی - اگر روح القدس تپر نہ آتے تو تم اپنے ذاتی علم سے نہ کتاب کو جانتے نہ ایمان کو - اس سے نہ نفی علم لازم آتا ہے نہ نفی ایمان جو اس احمق نے سمجھا ہے کیونکہ یہ تین صورتین تو خدا کے کلام کرنے کی ہین کہ اسطرح خدا کلام کرتا ہے -

اور یہ بدیہی ہے کہ خدا ہر شخص سے نہین کلام کرتا - بلکہ اپنے خاص رسولون سے کلام کرتا ہے - جس سے رسول کا ابتداے فطرت سے اس قابل ہونا بدیہی ہے کہ اوسکی پیدایش ہی خاص تقدس و طہارت سے ہو کہ اس قابل ہو سکے کہ خدا اوس سے کلام کرے جسکے لئے ایمان و علم ہونا ابتداے فطرت سے لازم ہے -

اسی لئے خداوند عالم نے حضرت کے اور آپکے آباء طاہرین کے اسلام و طہارت کو آیہ وتقلبک فی الساجدین مین ایسا واضح کیا کہ پھر کسیکو شک ہی نہین رہ سکتا کہ حضرت اور آپکے آباء طاہرین ہمیشہ سے مومن تھے چنانچہ مواہب لدنیہ مین ہے نقل الامام ابوحیان فی البحر عند تفسیر قولہ تعم وتقلبک فی الساجدین ان الرافضۃ ھو القائلون ان اباء النبی کانوا مومنین مستدلین بقولہ تعم وتقلبک فی الساجدین و بقولہ لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الحدیث

یعنی امام ابوحیان نے تفسیر آیہ وتقلبک فی الساجدین مین لکھا ہے کہ روافض ہی اسکے قائل ہین کہ آباء رسول اللہ مومن تھے - اونکا استدلال اس آیہ سے ہے اور نیز حضرت کی حدیث لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین سے ہے -

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ آیہ نص ہے حضرت کے آباء طاہرین کے ایمان مین تو اعور کا استدلال آیہ وما کنت تدری سے عدم ایمان پر خود بخود لغو ہو گیا -

کیونکہ اگر اس آیہ سے عدم ایمان ثابت ہو تو لازم آتا ہے آیہ وتقلبک فی الساجدین اسکے معارض ہو حالانکہ کلام خدا تعارض و اختلاف سے مبرا ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا -

لہذا معلوم ہوا کہ اس آیہ سے کسی طرح نفی ایمان نہین ثابت ہوسکتا

ابن حجر مکی کو یہان بہت غصہ آیا ہے کہ ابوحبان نے اس استدلال کو شیعون ہی کی طرف کیون منسوب کیا جس سے علماء اہلسنت پر الزام آتا ہے کہ وہ ایمان آباء رسول اللہ کے قائل نہ تھے چنانچہ منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ مین فرماتے ہین و قول ابی حبان ان الرافضۃ هم القائلون بان اٰباء النبیؐ مومنون غیر معذبین مستدلین بقولہ تعم وتقلبك فی الساجدین فلك ردہ بان مثل ابی حبان انما یرجع الیہ فی علم النحو وما یتعلق بہ واما المسائل الاصولیہ فهو فیها بمعزل کیف والاشاعرۃ ومن ذکر معهم فیما مرّ انفا علی انهم مومنون نسبتہ ذلك للرافضۃ وحدهم مع ان هولاء الذی هم ائمۃ اهل السنۃ قائلون بہ قصور وای قصور وتساهل ای تساهل کما فی الاستقصاص

یعنی ابوحبان کا قول کہ صرف رافضہ ہی اسکے قائل ہین کہ آبار رسول مومن تھے بایندلیل کہ خدا فرماتا ہے وتقلبك فی الساجدین پس تم اسطرح رد کرسکتے ہو کہ ابوحبان صرف علم نحو کا امام ہے مسائل اصول مین امام نہین - تو یہ نسبت صرف رافضہ کی طرف باوصفیکہ علماء اشاعرہ وغیرہ بھی اسکے قائل ہین اور وہ ائمہ اہلسنت سے تھے قصور ہے نہایت عظیم اور تساہل ہے نہایت عظیم -

جس سے معلوم ہوا کہ صرف شیعہ ہی اسکے نہین قائل ہین بلکہ علمائے اہلسنت بھی قائل ہین تو قول اعور اور بھی اچھی طرح باطل ہوا -

ابن حجر کے اس قول سے ہمکو چندان بحث نہین کہ اوسنے قول ابوحبان کو بہ اختصاص شیعہ باطل کیا ہو - مگر یہ تو بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ علمائے شیعہ اسکے قدیماً وحدیثاً قائل تھے اور اہلسنت نے بھی اس عقیدہ کو قبول کیا جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مین ؐ قالت الشیعۃ ان احداً من اٰباء الرسول واجدادہ ما کان کافراً -

یعنی شیعہ اسکے قائل ہین کہ آباء و اجداد رسول اللہ سے کوئی بھی کافر نہ تھا -

پھر لکھتے ہین واما اصحابنا فزعموا ان والد رسول اللہ کان کافراً وذکروا ان نص الکتاب فی ھذہ الآیۃ یدل علی ان آزر کان کافرا -
یعنی ہمارے اصحاب یعنی سنیوں نے یہ گمان کیا ہے کہ رسول اللہ کے والد کافر تھے اور نص کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ آزر (عم حضرت ابراہیم جنکو اہل سنت باپ کہتے ہین) کافر تھے
تواب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عقیدہ الحق یعنی شیعہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ آباو اجداد رسول ہمیشہ مومن تھے اور عقیدہ اہلسنت پہلے یہی تھا کہ آباو اجداد رسول اللہ کافر تھے مگر شیعون کے مناظرہ نے اب اونکو قبول حق پر مجبور کیا جسکے بعد پھر کسی دلیل لانے کی ضرورت نہین رہی
یہی وجہ ہے کہ مولوی عبد العلی صاحب جو بحر العلوم کہلاتے ہین شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین وفی بعض المعتبرات ان الانبیاء معصومون عن حقیقۃ الکفر وعن حکمہ بتبعیۃ اٰبائھم وعلی ھذا فلا بد من ان یکون تولد الانبیاء بین ابوین مسلمین او یکون موتھما قبل تولدھم لکن الشق الثانی قلما توجد فی الآباء ولا یمکن فی الامھات ومن ھھنا بطل ما نسب بعضھم من الکفر الی ام سید العالم مفخر بنی آدم و لا نہ یلزم نسبۃ الکفر بالتبع وھو خلاف الاجماع بل المحقق الراجح ھو الاول
یعنی بعض معتبرات مین ہے کہ انبیا علیہم السلام معصوم ہین حقیقۃ کفر اور حکم کفر سے بہ تبعیت آپنے آباو اجداد کے لہذا ضرور ہے کہ اونکی ولادت ابوین مسلمین سے ہو۔ یا مان باپ کو قبل تولد مرجانا چاہیئے۔ مگر یہ دوسری شق کمتر پائی جاتی ہے باپ مین اور مان کے بارہ مین تو ممکن ہی نہین۔ یہین سے ظاہر ہوا بطلان اس قول کا کہ بعض نے مادر رسول اللہ کی طرف کفر کی نسبت کی ہے جس سے لازم آتا ہے نسبت کفر خود رسول اللہ کی طرف بہ تبعیت حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے اور راجح وہی اول ہے کہ والدین رسول اللہ کو مومن ہونا ضروری ہے -
پس الحمد للہ کہ جہان نسبت کفر وشرک حضرت ابوطالب کی طرف باطل ہوئی وہان یہ بھی

باطل ہوا کہ والدہ ماجدہ رسول اللہؐ کافر ہون جیساکہ روایات اہلسنت سے ظاہر ہے جو
پہلے بتصریح مذکور ہوئین۔

اگر اس سے زیادہ آپکو شوق تفصیل بحث ہو تو کتاب مستطاب استقصار الافحام جلد اول
صفحہ ۵۵۶ لغایت ۵۶۵ ملاحظہ ہو۔

اور ایمان حضرت ابوطالبؑ کو کتاب اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب مین ملاحظہ کیجئے جو
تصنیفات شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان مفتی مکہ معظمہ سے ہے جسکے صفحہ ۵ مین لکھتے ہین۔

تواترت الاخبار ان ابا طالبؑ کان یحب النبیؐ ویحوطہ وینصرہ ویعینہ علی تبلیغ
دینہ ویصدقہ فیما یقولہ ویامر اولادہ کجعفر وعلیؑ باتباعہ ونصرتہ وکان
یمدحہ فی اشعارہ بما یدل علی تصدیقہ وکان ینطق بان دینہ حق من
کلامہ المعروف ع ولقد علمت بان دین محمد ، من خیر ادیان البریۃ
دینا ومن شعرہ قولہ ع الم تعلموا انا وجدنا محمدا ، رسولا کموسی صح ذلک
فی الکتب ۔

یعنی یہ امر احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہؐ کو دوست
رکھتے اور انکی حفاظت کرتے اور نصرت کرتے۔ اور تبلیغ دین اسلام پر ان کی
تائید کرتے۔ اور جو کچھ حضرت فرماتے اوسکی تصدیق کرتے تھے اور اپنی اولاد حضرت
علیؑ وجعفر کو حکم دیتے کہ آپکا اتباع کرو اور نصرت کرو اور خود حضرت ابوطالبؑ
اپنے اشعار مین حضرت کی مدح کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کی تصدیق کرنے
والے تھے اور صاف صاف کہتے کہ حضرت کا دین حق ہے چنانچہ ایک شعر اونکا یہ ہے
ترجمہ ہمنے بخوبی جان لیا کہ دین محمدؐ تمامی ادیان سے بہتر ہے۔ پھر یہ بھی کہا۔ کیا تم نہیں
جانتے کہ ہمنے محمدؐ کو ویسا ہی رسول پایا جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کو جو کتابون مین بطور
صحیح ثابت ہے۔

آخر مین لکھتے ہین ملاحظہ ہو ص۱

وقد صح ان العباس سأل رسول اللہؐ فقال یا رسول اللہ اترجو لابی طالب

خیرا قال کل الخیر ارجوا من ربی وھذا الحدیث رواہ ابن سعد فی الطبقات
بسند صحیح ورجاءہ محقق ولا یرجوا کل الخیر الا المومن ولا یجوز ان
یراد بھذا ما حصل لہ من تخفیف العذاب فانہ لیس خیرا فضلا ان یکون
کل الخیر وانما تخفیف العذاب تخفیف الشر وبعض الشر اھون من بعض
وحصول کل الخیر انما یکون بدخول الجنۃ قال بعض العارفین انہ ثبت
عند اھل الکشف ایمان ابی طالب ثبوتا لا اشتباہ فیہ ولعل السبب
فی ان اللہ ابھم امرہ بحسب ظاھر الشرع لتطییب قلوب اصحاب النبی ﷺ
الذین کان اباءھم کفارا لانہ لو صرح لھم بایمان ابی طالب وھم یرونہ
کافرا بحسب الظاھر مثل ابائھم تتنفر قلوبھم وتنوغر صدورھم ویقولون
انہ لا فرق بینہ وبین ابائنا فکیف یکون ناجیا و[illegible] معذبون وھذا یکون
منھم بحسب ما تقتضیہ الطبیعۃ البشریۃ فیاتی [illegible] غیرہ
علیھا کما تقدم نظیر ذلک فی الذی [illegible] قال ابن [illegible] ابو طالب ایمانہ
لغایات ما قصدہ من [illegible] تری [illegible] کثیرۃ
لا اطلاع لنا علیھا فیجب علینا التسلیم لامر اللہ والانقیاد لحکمہ والکف صونا
بہ وحفظ الادب مع رسول اللہ ﷺ اھل بیتہ وصحابتہ والتابعین. لظنھم
حتی لا یطالبنا احد منھم یسالونہ ونسال اللہ التوفیق ص۲۵

یعنی بطریق صحیح ثابت ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا
حضرت کچھ ابوطالب کے لئے بھی خیر کی امید ہے حضرت نے فرمایا ہم اپنے خدا سے پورے
خیر کے امیدوار ہیں اس حدیث کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں صحیح سند سے روایت
کیا ہے۔ اور حضرت کی امید یقینی پوری ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت خیر کی امید
صرف مومن ہی کے لئے کر سکتے ہیں نہ غیر کیلئے۔ رہا یہ امر کہ اس سے مراد تخفیف
عذاب ہو۔ تو یہ محض لغو ہے کیونکہ تخفیف عذاب خیر نہیں ہے۔ بلکہ شر ہے بعض شر
آسان ہے دوسرے سے۔ اور حصول کل خیر تو اوسیوقت ممکن ہے جب دخول

جنت ہو۔

بعض عارفین نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ کا ایمان از راہ کشف ایسا ثابت ہے کہ کسی طرح اوسمین شک ہی نہین اور شاید مصلحت خدا ابہام امر ایمان ابوطالب مین (مطابق عقائد اہلسنت) یہ ہو کہ خدا نے بحسب ظاہر شرع اسکو اسلئے نہ ظاہر کیا کہ او رصحابہ کا دل خوش ہو جنکے آباو اجداد کافر تھے (یہی اصلی راز ہے اہلسنت کے اس ایجاد عقیدہ کا کہ چاہا حضرت کو بھی اپنے شیخین کے مساوی کرین جسکے لئے بخاری نے وہ وضعی روایتین داخل صحیح بخاری کین) کیونکہ اگر حضرت تصریح کردیتے ایمان ابوطالبؑ کا حالانکہ صحابہ بظاہر اونکو کافر سمجھتے تھے مثل اپنے آبا کے تو اونکے دل نفرت کرجاتے اسلام سے او رسینہ اونکا جوش مارنے لگتا اور کہنے لگتے کہ ہمارے باپ دادا اور ابوطالب مین تو کوئی فرق نہ تھا۔ پھر وہ کیونکر ناجی ہوگئے اور یہ معذب رہے (یہ خیال اہل سنت ہے ورنہ صحابہ کو بالیقین معلوم تہا کہ آبا و اجداد رسول اللہؐ ہمیشہ سے مومن تھے۔ یہ جوش وخروش علماے اہلسنت بعد کو پیدا ہوا تاکہ معویہ کی خوشامد مین آبا جناب امیرؑ کو آبا و اجداد شیخین کے مساوی کرین) صحابہ کا یہ خیال بمقتضائے طبیعۃ بشریہ پیدا ہوتا (محض غلط ہے کیونکہ جو امر ثابت ہوتا ہو اوس سے کسیکو انکار نہین ہوسکتا) کیونکہ طبایع بشریہ ہمیشہ غیرون کی فضیلت سے متنفر ہوتے ہین (کیا خوب ایمانداری صحابہ ظاہر ہو رہی ہے) جیساکہ اسکی نظیر پہلے گذر چکی کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی نسبت سوال کیا تو حضرت نے فرمایا وہ دوزخ مین ہے (یہ بھی روایات اہلسنت سے ہے کہ حضرت نے اپنے پدر بزرگوار کی نسبت بھی یہی فرمایا حالانکہ محض غلط ہے۔ سائل اس سوال کے حضرت عمر تھے اور اونہین کے لئے یہ روایت بھی بنائی گئی کہ معاذ اللہ حضرت نے اپنے پدر بزرگوار کی نسبت بھی یہی فرمایا)

اور اگر حضرت ابوطالب اوسوقت اپنا ایمان ظاہر کرتے تو وہ غرض فوت ہوجاتی جو حضرت کی حمایت و نصرت کا اونہون نے ارادہ کیا تھا۔ اسکے علاوہ بہت سی حکمتین ہین خدا کی جسے وہی جانتا ہے ہمکو تو صرف حکم خدا کی اطاعت لازم ہے

مع حفاظت ادب رسول اللہ و اہلبیت طاہرین و صحابہ کہ کوئی مطالبہ ہمسے نظلم نہ کرے ۔

اب اس سے زیادہ ضرورت لکھنے کی نہین ہے کیونکہ یہ مسئلہ ایمان حضرت ابوطالب و آبا و اجداد رسول اللہ یہان ضمناً آگیا تھا۔ صرف اس بنا دیہ کہ علمائے اہلسنت نے بربنا روایات صحیح بخاری یہ دعوی کیا تھا کہ جو آیہ تیرہ برس قبل نازل ہوا تھا۔ سورہ برارۃ مین داخل کردیا گیا جسے صحابہ نے بطور خود ترتیب دیا تھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷ رسالہ ہذا) حالانکہ اس تحریر سے آپکو بخوبی معلوم ہوا کہ یہ سارا حصہ محض وضعی و جعلی ہے ۔ نہ وہ آیہ اس بارہ مین نازل ہوا نہ حضرت ابوطالبؑ کسی وقت مین بھی مشرک تھے چنانچہ آپنے دیکھا کہ اس روایت کی بدولت خود صحیح بخاری کی کیا حالت ہوئی کہ وضعی روایت کے راوی ٹھہرے جس سے بڑھکر دنیا مین کوئی عیب نہین ہوسکتا ۔

رجوع طرف اصل بحث ۔ اڈیٹر النجم نے دعوی کیا تھا کہ سورہ انفال و سورہ برائت کی ترتیب صحابہ نے بطور خود کی تھی بلا تعلیم رسول اللہ۔ اسی کے متعلق تحقیقات کی گئی کہ بہت سی مکی آیتین ۔ مدینہ کے سورون مین داخل ہوین اور بہت سی مدینہ کی آیتین مکی سورون مین ۔

سورہ برائت کے متعلق اتقان مین صرف دو ہی آیہ کی نسبت دعوی کیا تھا کہ یہ مکی آیتین ہین ۔ حالانکہ تفسیر درمنثور سیوطی سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی آیتون مین اسی قسم کی خرابی ہوئی لہذا ہم آیندہ تفصیلی نظر کرنا چاہتے ہین ۔ حالانکہ یہ وہ سورہ ہے کہ تفسیر درمنثور مین ہے عن البراء رض قال اخر آیۃ نزلت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ و اخر سورۃ نزلت تامۃ براءۃ صفحہ ۲۱۰ جلد ۳

یعنی براء بن عازب صحابی بیان کرتے ہین کہ آخر جو نازل ہوا وہ آیہ یستفتونک ہے اور سب سے آخر مین جو پورا سورہ نازل ہوا وہ سورہ برائت ہی ۔

جس سے معلوم ہوا کہ سورہ برائت پورا ایکدفعہ نازل ہوا تھا اور سب سے آخر مین مگر صحابہ نے اسکو اسطرح غارت کیا کہ مکہ کی آیتین جو تیرہ برس قبل نازل ہوئی تہین اسمین ملا دیتا ۔

وقت نزول عن ابن عباس قال نزلت براءۃ بعد فتح مکہ صفحہ ۲۰ یعنی سورہ
براءت فتح مکہ کے بعد نازل ہوا۔ جو سنہ کا واقعہ ہے۔ اسکے بعد دو برس کچھ اوپر رسول
اللہ زندہ رہے مگر حضرت نے اسکو ترتیب نہین دیا۔ ترتیب دیا گیا یہ تو مرتب نازلی ہوا
تھا کیونکہ ایکدفعہ نازل ہوا تھا۔

کمی سورہ براءت عن حذیفہ قال التی تسمون سورۃ التوبہ هی سورۃ العذاب
و اللہ ما ترکت احدا الا نالت منہ ولا تقرؤن منہا مما کنا نقرءها الا ربعہا صفحہ ۲۰
یعنی جسکو تم سورہ توبہ کہتے ہو اسکا نام سورہ عذاب ہے (یہ پہلا انقلاب ہے کہ نام ہی بدلدیا
گیا) قسم خدا کی اس سورہ نے کسیکو نہ چھوڑا مگر سبکی مذمت کی۔ تم جو اسوقت پڑھتے ہو
یہ چوتھائی حصہ ہے اوسکا جسکو ہم لوگ پڑھا کرتے تھے۔
یاد رہے کہ سنہ کے بعد یہ سورہ نازل ہوا اور دو برس بعد رسول اللہ نے انتقال کیا
اوسکے بعد صحابہ نے تین حصہ اس سورہ کا غائب کردیا کیا ایماندار صحابہ تھے؟
قال عمر لما فرغ من تنزیل براءۃ حتی ظننا انہ لم یبق منا احد الا سینزل فیہ
وکانت تسمی الفاضحہ۔ عن زید بن اسلم ان رجلا قال لعبد اللہ سورۃ التوبہ
فقال ابن عمر وایتہن سورۃ التوبہ فقال براءۃ فقال ابن عمر وهل فعل
بالناس الافاعیل الا هی ما کنا ندعوها الا المقشقشہ صفحہ ۲۰
یعنی عمر کہتے ہین کہ سورہ براءت اسطرح نازل ہوا کہ ہملوگون نے گمان کیا کسیکو یہ سورہ
نہ چھوڑیگا مگر اوسکے بارہمین ضرور نازل ہوگا اسکا نام تو فاضحہ تھا۔ ابن عمر سے کسی نے
سورہ توبہ کو پوچھا تو ابن عمر نے کہا سورہ توبہ کون ہے۔ کہا کہ سورہ براءت تو ابن عمر
نے کہا جو کچھ کیا آدمیونکے ساتھ اسی سورہ نے ہملوگ تو اسکو مقشقشہ کہتے تھے۔
اب کہان ہین وہ حضرات اہلسنت جو مدعی ہین کہ قرآن مین کسی قسم کی تبدیلی نہین ہوئی
بتائین ان روایات کے مطلب کہ عمر کہتے ہین ہمکا نام فاضحہ ہے جس نے سبکو فضیحت
کردیا۔ آخر وہ فضیحتان اب کیا ہوئین۔ ابن عمر اسکا نام سورہ توبہ سنکر ایسا گھبرا سکے
پوچھنے لگے سورہ توبہ کون ہے۔ کیا اسکا نام تحریف نہین ہے کہ جو سورہ عذاب و مقشقشہ

وفات صفحہ ہوا اوسکا نام سورہ توبہ رکھا جاتا ہے عن حذیفہ قال ما تقرؤن ثلثہا یعنی سورۃ التوبہ حذیفہ کہتے ہین اب تو تم ایک ثلث بھی سورہ برات کا نہین پڑہتے۔

عزل ابوبکر۔ واخرج عبد اللہ بن احمد بن حنبل فی زوائد المسند وابوالشیخ وابن مردویہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما نزلت عشر آیات من براءۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا ابابکر رضی اللہ عنہ لیقرأها علی اہل مکہ ثم دعانی فقال لی ادرک ابابکر فحیثما لقیتہ فخذ الکتاب منہ ورجع ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال یارسول اللہ نزل فی شیء قال لا ولکن جبریل جاءنی فقال لن یودی عنک الا انت او رجل منک ۔ (۲) واخرج ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وحسنہ وابوالشیخ وابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببراءۃ مع ابی بکر رضی اللہ عنہ ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ہذا الا رجل من اہلی فدعا علیاً فاعطاہ ایاہ۔ (۳) واخرج ابن مردویہ عن سعد بن ابی وقاص

(۱) یعنی عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ جب یہ دس آیتین سورہ برات کی نازل ہوین تو ابوبکر کو بھیجا کہ جاکر اہل مکہ کو سنائین۔ پھر حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا جلد جاکر ابوبکر سے لو جہان ملاقات ہو۔ کتاب اون سے لے لو۔ ابوبکر پھر آئے اور کہا یارسول اللہؐ کیا ہمارے بارہ مین کچھ نازل ہوا ہے فرمایا نہین لیکن جبرئیل نے آکر کہا کہ تمہاری طرف سے دوسرا کوئی نہین پہونچا سکتا۔ مگر تم یا وہ شخص جو تمسے ہو۔ (۲) ابن ابی شیبہ۔ احمد ترمذی نے بسند حسن روایت کیا ہے کہ حضرت نے ابوبکر کو بھیجا پھر اونہین واپس بلالیا اور کہا ہماری طرف سے وہی شخص تبلیغ کرسکتا ہے جو ہمارے اہل سے ہو۔ پھر حضرت علیؓ کو وہ آیتین دیکر روانہ کیا۔

(۳) ابن مردویہ سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہین کہ حضرت نے ابوبکر کو بھیجا پھر اون کی پشت پر

رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بعث ابا بکر رضی اللہ
عنہ ببراءۃ الی اہل مکۃ ثم بعث
علیا رض علی اثرہ فاخذہا منہ فکان
ابا بکر رض وجد فی نفسہ فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر انہ
لا یودی عنی الا انا او رجل منی
(۴) واخرج ابن ابی حاتم عن سعد
بن ابی وقاص رض ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بعث علیا رض
باربع لا یطوفن بالبیت عریان و
ولا یجتمع المسلمون والمشرکون
بعد عامہم ومن کان بینہ وبین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عہد فہو فی عہدہ وان اللہ ورسولہ
بریٔ من المشرکین ہ ص ۲۰۸

حضرت علیؑ کو بھیجا جنہون نے جاکر ابوبکر
سے لے لیا۔ ابوبکر اسوجہ سے بہت
غصہ ہوئے۔ حضرت نے کہا اے ابوبکر
ہماری طرف سے یا ہم خود ادا کرسکتے
ہین یا وہ شخص جو ہم سے ہو۔
(۴) سعد بن ابی وقاص سے روایت
ہے کہ حضرت علیؑ نے چار حکم کی تبلیغ
کی تھی (۱) کہ کوئی برہنہ طواف
نہ کرے (۲) مسلمین ومشرکین
اس سال کے بعد ایکجا جمع نہ ہون۔
(۳) حضرت کا جس سے عہد وپیمان
ہے وہ اوس مدت تک باقی
ہے۔
(۴) خدا مشرکین سے بری ہے۔
اسی مضمون کی تین روایتین اور
لکھی ہین۔

اب اسکے مقابل مین اہلسنت کی وہ روایتین ملاحظہ ہون جنمین ابوبکر کو امیر
الحاج بنایا ہے حالانکہ روایت ۲ و ۳ مین آپ دیکھ چکے ہین کہ ابوبکر وہان سے
واپس آئے اور دلمین کینہ بھرا ہوا تھا۔

تبلیغ برأۃ یمن مین

پھر اوسی درمنثور مین ہے عن علیؑ قال بعثنی رسول اللہ ص الی الیمن
ببراءۃ فقلت یا رسول اللہ ص تبعثنی وانا غلام حدیث السن واسأل
عن القضاء ولا ادری ما اجیب قال ما بد من ان تذہب او اذہب
بہا قلت ان کان لا بد انا اذہب قال انطلق فان اللہ یثبت لسانک

ویهدی قلبك ثم قال انطلق فاقرءها علی الناس۔

یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت نے مجھکو جانب یمن بھی سورہ برات لیکر بھیجا تو مینے عرض کیا حضرت آپ مجھے بھیجتے ہین حالانکہ ہم ابھی کمسن ہین لوگون کے مقدمات آئینگے توہم کیا جواب دینگے حضرت نے فرمایا ضرور ہے کہ یا ہم جائین یا تم جاؤ مین نے عرض کیا اگر ضرور ہے تو مین جاتا ہون حضرت نے فرمایا جاؤ خدا تمھاری زبان کو ثابت کرے اور قلب کو ہدایت دے جاؤ اور لوگونکو سناؤ۔

اب اہلسنت غور کرین کہ حضرت تو یہ فرمائین کہ یا ہم جاکر تبلیغ کرین یا تم۔ اور اہلسنت خلافت کے لئے دوسرے کو قبول کرین۔

آیہ فان تابوا کی تفسیر مین لکھتے ہین اخرج الحاکم وصححہ عن مصعب بن عبد الرحمان عن ابیہ رض قال افتتح رسول اللہ مکۃ ثم انصرف الی الطائف فحاصرھم ثمانیۃ او سبعۃ ثم ارتحل غدوۃ او روحۃ ثم نزل ثم ھجر ثم قال ایھا الناس انی لکم فرط وانی اوصیکم بعترتی خیرا موعدکم الحوض و الذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوۃ ولتوتین الزکوۃ ولابعثن علیکم رجلاً منی او کنفسی فلیضربن اعناق مقاتلھم ولیسبین ذراریھم فرای الناس انہ یعنی ابابکر او عمر رض فاخذ بید علی رض فقال ھذا ص۲۱۳ در منثور جلد ۳

یعنی حضرت نے بعد فتح مکہ طائف کا محاصرہ کیا سات یا آٹھ روز پھر کوچ فرمایا اور کہا ایھا الناس تمھارے پیش رو ہین ہم تمکو وصیت کرتے ہین اپنے اہلبیت کے بارےمین خیر کے ساتھ اور وعدہ گاہ تملوگون کا حوض کوثر ہے قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت مین ہماری جان ہے تم نماز کو قائم کرو اور زکوۃ کو ادا کرو۔ نہین توہم ایسے شخص کو تمپر بھیجینگے جو ہمسے ہوگا یا مثل ہماری نفس کے ہوگا کہ تمکو قتل کریگا اور تمھاری ذریت کو اسیر۔ لوگون نے گمان کیا کہ ابوبکر یا عمر مراد ہین۔ تو حضرت نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا وہ شخص یہ ہے۔

آیہ وان احد من المشرکین استجارک کہ اگر تمسے کوئی شرک پناہ مانگے تو اوسکو پناہ دو پانچوان آیہ ہے۔ اہلسنت کہتے ہین کہ یہ منسوخ ہو حالانکہ مجاہد کہتے ہین ولیس ھذا بمنسوخ کہ یہ منسوخ نہین ہے ص۲۱۳

آیہ وان نکثوا ایمانھم گیارہوان آیہ ہے کہ اگر عہد شکنی کرین تو ائمہ کفر کو قتل کرو کہ ان کی قسمون کا کوئی اعتبار نہین۔ عن مجاھد رقال ابو سفیان کہ مجاہد کہتے ہین مراد اس سے ابو سفیان ہے۔ مگر بجاے اسکے کہ قتل کرین یا لعنت کرین آج اوسکی تعریف کی جاتی ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دیکھیے ابو سفیان فتح مکہ ۸ھ کے بعد اسلام ظاہری لایا اوسکے بعد بھی خدا اوسکو ائمہ کفر کہہ رہا ہے کیونکہ یہ سورہ اوسکے بعد نازل ہوا مگر اہلسنت نہین مانتے اور اوسکو ائمہ اسلام سے جانتے ہین۔

واخرج ابن مردویہ عن علی بن ابیطالب رہ قال واللہ ماقوتل اھل ھذہ الایہ منذ انزلت وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم الایہ ص۲۱۵

یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قسم خدا جب سے یہ آیہ نازل ہوا جو لوگ اسکے مصداق تھے اونسے آجتک جہاد نہین کیا گیا۔ کیونکہ بنابر روایت آخر حضرت نے فرمایا ہے طلحہ و زبیر اس سے مراد ہین مگر اہلسنت اسکے چھپانے کو کبھی ابو سفیان کا نام لیتے ہین کبھی عام روسا قریش کو بتاتے ہین بلا تخصیص نام۔

آیہ اجعلتم سقایۃ الحاج اٹھارھوان آیہ ہے جس مین خدا کہتا ہے کہ کیا تمنے حاجیون کے پانی پلانے اور مسجد کے آباد کرنے کو ایسا خیال کیا ہے جو ایمان لاے خدا و رسول پر اور جہاد کرے راہ خدا مین۔ کبھی برابر نہین ہو سکتے خدا کے نزدیک۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام الایہ قال نزلت فی علیؑ والعباس ص۲۱۸

یعنی حضرت عباس اور جناب امیرؑ سے گفتگو ہوئی تھی حضرت عباس نے کہا ہم حاجیونکو پانی پلاتے ہین اور خانہ کعبہ کو آباد کرتے ہین اوسپر یہ آیہ نازل ہوا کہ ایسے لوگ

جناب امیرؑ کے کب مقابل ہو سکتے ہیں جو ایمان لائے اور جہاد کرتے ہیں راہ خدا میں
سیوطی نے دس بارہ حدیثیں اسکے متعلق لکھی ہیں جس سے اہلسنت سمجھ سکتے ہیں کہ
جب خدا نے حضرت عباس کے دعوی مقابلہ کو قبول نہ کیا حالانکہ وہ عم رسول تھے۔
تو یہ منافقین کب برابری کر سکتے ہیں اور خدا اس سے راضی ہو سکتا ہے۔

۲۰۔ یبشرھو دبھو طلحہ بن مصرف یبشرھو دبھو پڑھا کرتے تھے یا موعدھم سے
تو کیا یہ تحریف نہیں ہوئی۔

۲۲۔ یا ایھا الذین اٰمنوا یعنی اے ایمان والو تم باپ بھائی بہن سے دوستی نہ
رکھو اگر کفر کو وہ ایمان پر پسند کریں اور جو اون سے دوستی رکھے تو وہ ظالم ہے۔
اخرج احمد والبخاری عن عبد اللہ بن ہشام قال کنا مع رسول اللہ ص
وھو اخذ بید عمر بن الخطاب فقال واللہ لانت یا رسول اللہ ص احب الیّ
من کل شیءٍ الا من نفسی فقال النبی لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ
من نفسہ ص۲۲۳

یعنی عمر نے کہا یا حضرت آپ ہمارے نزدیک سب چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ مگر خود
اپنی نفس سے زیادہ نہیں دوست رکھتا حضرت نے فرمایا کبھی تم سے کوئی شخص مومن
نہیں ہو سکتا جبتک اپنی نفس سے زیادہ نہ ہمکو دوست رکھے۔ اب اہل سنت
فرمائیں رسول اللہ ص صادق ہیں یا آپ حضرات جو مدعی ایمان عمر ہیں۔

۲۴۔ لقد نصرکم اللہ یعنی خدا نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی اور بروز
حنین جب تمکو اپنی کثرت پر غرور تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تنگ ہوئی
تم پر یہ زمین وسیع پھر بھاگ گئے تم سب۔
اخرج الفریابی عن مجاہد فی قولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ قال
ھی اول ما انزل اللہ تعالیٰ من براءۃ واخرج ابن ابی شیبہ وسنید وابن
حرب وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاہد قال اول ما انزل من براءۃ
لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ یعرفھم نصرہ ویوطنھم لغزوۃ تبوک ص۲۳۳

فریابی - ابن ابی شیبہ - سنید - ابن حرب - ابن منذر - وابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ پہلا آیہ ہے سورہ براوت کا جسے خدا نے نازل کیا۔

اب اہلسنت فرمائیں کہ اس پہلے آیہ کو جو چوبیسوان آیہ صحابہ نے قرار دیا کس مصلحت سے اور کیا اس سے تحریف و تغیر قرآن مین نہین ہوا - کیونکہ یہ تو خود مخاطب کا بھی مسلمہ امر ہے کہ اس کی ترتیب خود صحابہ نے دی اور یہ بھی سابقاً مذکور رہوا کہ یہ سورہ پورا ایکدفعہ نازل ہوا۔ تو پھر اسطرح ترتیب کا بدلنا کیا بلاقصد ہوسکتا ہو۔ اگر اون روایات پر غور کیجئے جو سابقاً مذکور ہوین جنمین اسکی تصریح ہے کہ اس سورہ نے تمامی صحابہ کو فضیحت کردیا یہانتک کہ عمر کہتے ہین ہمکو تو خوف تھا کہ یہ سورہ کسیکو نہ چھوڑیگا۔

تو آپ سمجھ سکتے ہین کہ محض اسلئے یہ ترتیب اولٹی گئی کہ جو آیت خاص خلفائے ثلثہ اور اونکے ہمراہیون کی مذمت مین تھی جسمین پوری طرح اونکی قلعی کھولی گئی ہے اونکا فرار دکھایا گیا ہے - وہ پہلا آیہ نہ رہے - کیونکہ عام قاعدہ ہے جو شئی پہلے نظر پڑتی ہے اوسکی طرف نفس کو زیادہ توجہ ہوتی ہے اسی سلئے ہر مصنف مقدمہ کتاب مین اوس بات کو لکھتا ہے جو سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہوتا ہو۔

اسلئے صحابہ نے نہین بلکہ خاص عثمان نے اس ترتیب کو اسطرح اولٹ دیا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو۔ اصلی عتاب خدا کا کفار پر ہے براءۃ من اللہ ورسولہ حالانکہ اصلی غرض خداوند عالم کی اس سورہ سے منافقین صحابہ کی تنبیہ و تادیب تھی - اور یہی سیاق قرآن ہے کہ پہلے آیات رحمت و شفقت سے ابتدا ہوتی ہو اور آخر مین آیات عتاب نازل ہوتی ہین - چنانچہ اس آیہ لقد نصرکم اللہ مین بھی خدا نے پہلے اپنی شفقت و رحمت کا ذکر کیا ہے اوسکے بعد ان صحابہ کی بیوفائی اور نفاق کو ذکر کیا ہے - مگر عثمان نے بنابر روایات مذکورہ ان آیات کو موخر کردیا تاکہ اصلی غرض خدا کہ عتاب منافقین صحابہ پر مخفی ہو جائے اور ابتدائے سورہ سے لوگونکو یہ معلوم ہو کہ یہ عتاب کفار پر ہے -

اتقان میں ہے قال الفریابی حدثنا ورقاعن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی
قوله لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة قال هی اول ما انزل الله من سورة
براءة ص ۲۷

کہ فریابی نے کہا مجاہد کہتے ہیں سب سے پہلے آیہ لقد نصرکم اللہ نازل ہوا سورہ براءت سے
تو اب بتائے اسکو ۲۵ میں رکھنا کیونکر بلا غرض خاص ہو سکتا ہے۔

دوسری روایت اتقان میں یہ لکھی ہے قال اول ما نزل من براءة انفروا
خفافاً وثقالا یعنی پہلے یہ آیہ نازل ہوا انفروا خفافاً وثقالا

یہ آیہ اب قرآن میں ۴۱ پر ہے۔ اور آیہ لقد نصرکم اللہ ۲۵ پر ہے۔ مگر ربط دیا جائے
تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر یہ دونو آیتیں ایک ملا دی جائیں تو پورا ربط قایم ہو جای
کیونکہ آیہ ۲۵ لقد نصرکم اللہ میں خدا فرماتا ہے۔ خدا نے بہت سی جگہوں میں تمہاری
مدد کی۔ مگر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ۴۱ انفروا خفافاً وثقالا کوچ کئے جاؤ برابر سبکبار
ہو یا گرانبار اور جہاد کرو اپنے مال او جان سے خدا کی راہ میں یہ بہتر ہے تملوگون
کے لئے اگر تم جانتے ہو۔

تو اب معلوم ہوا کہ جنلوگون نے انفروا خفافاً وثقالا کو پہلا آیہ بیان کیا ہے اونکا مقصود
یہ ہے کہ یہی دونو آیتیں پہلے نازل ہوین۔ نہ یہ کہ صرف انفروا خفافاً وثقالا کو
پہلا آیہ کہا ہو کیونکہ سیاق قرآن کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔

بہرحال چاہے کوئی غرض ہو۔ یہ تو ان روایات سے یقیناً معلوم ہوا کہ براءة
من اللہ و رسولہ سے ابتداء سورہ نہیں ہے بلکہ یا لقد نصرکم اللہ سے ہے
یا انفروا خفافاً وثقالا تو اب حضرات اہلسنت بتائین کہ پھر کیونکر دعوی تحریف
قرآن کو غلط کر سکتے ہیں جب اس قسم کی روایتیں اونکے یہان موجود ہیں۔

اب دیکھئے جامعین قرآن نے کیا کیا ہے کہ اس آیہ انفروا خفافاً وثقالا کو آیہ الا تنصروه
فقد نصره اللہ کے بعد لکھ دیا جس سے ربط جاتا رہا کیونکہ اس آیہ میں خدا حضرت کے قصۂ غار کو
یاد کرتا ہے کہ اگر تم نے مدد نہ کی تو خدا نے مدد کی۔ بتائے اس سے انفروا خفافاً وثقالا کو

کیا ربط ہے۔

اگر لفظی ربط کا بھی خیال کیا جاتا تو آیہ ۳۸ یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل یعنی اے مومنین تمکو کیا ہے کہ جب تمسے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ مین جہاد کیلئے کوچ کرو تو تم زمین پر بوجھل کی طرح گرے پڑتے ہو۔ کیا تم دنیاوی زندگی پر خوش ہو۔ بہ نسبت آخرت کے حالانکہ دنیاوی فائدے آخرت کے مقابل مین بہت ہی کم ہین۔ اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلوگے تو خدا تمپر عذاب الیم کریگا۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ اب بھی ممکن ہے کہ تفاسیر اہلسنت سے ان آیات مین ایسی ترتیب دی جائے جس سے معلوم ہو کہ جامعین قرآن نے کیا کیا غرضین اسمین مضمر رکھی تھین جس سے ان آیات کی ترتیب کو بدلا ہے۔ کیونکہ جن جن آیات مین صریح اور واضح مذمت صحابہ وارد ہے اوسکو کچھ اس طرح بدل پھیر رکھا ہے کہ بہت کچھ اون جرائم مین خفت اور نرمی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا نے اس طرح اونکی مذمت کی تھی کہ اگر یہ سورہ اپنی اصلی حالت پر رہتا تو خلیفہ دوم کے کلام کی تصدیق بخوبی ظاہر ہو جاتی جو فرماتے تھے ہمکو یہ خوف تھا کہ یہ سورہ کسی کو نہ چھوڑیگا۔

آیہ لقد رضی کو اللہ جسکی نسبت مجاہد کا بیان ہو کہ یہی ابتدائی سورہ برات ہے۔ ایسا صریح آیہ ہے کفر و نفاق خلفائے ثلثہ مین کہ پھر کسیکو شک ہی نہین رہ سکتا۔ کیونکہ اسمین حال فرار خلفا اس تصریح سے بیان ہوا ہو کہ پھر کسی طرح اونکا ایمان ثابت ہی نہین ہو سکتا۔

کیونکہ آیہ کریمہ انما المومنون الذین امنوا باللہ و رسولہ اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ و رسولہ سورہ نور نے حصری طور پر بتا دیا کہ وہی لوگ مومن ہو سکتے ہین جو جہاد وغیرہ مین بلا اذن نہ جائین کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

مومن وہی ہین (اسکے خلاف نہین) جو خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ اور جب کسی ایسے کام کے لئے جو جمع کرکے کرنیکا ہو تو پیغمبر سے بے اجازت لئے نہ جائین جو لوگ تمسے (اے پیغمبر) اجازت لیتے ہین وہی تو ایمان لانے والے ہین خدا و رسول پر۔

جس سے معلوم ہوا کہ خدانے بتاکید وتکرار فرمایا کہ وہی مومن ہین جو بلا اجازت نہ جائین اور جو لوگ اجازت لیکر جاتے ہین وہ مومن ہین۔ جس سے بدیہی طور پر فراریوں کا عدم ایمان ثابت ہوا کیونکہ جب بلا اجازت خلاف ایمان ہے تو فرار کرنا بدرجہ اولی موجب کفر ہوگا۔

اسلیئے خدانے سورہ انفام مین فرمایا فلا تولوهم الادبار ومن یولهم یومئذٍ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئة فقد باء بغضب من الله وماواه جهنم وبئس المصیر۔

یعنی اے مومنو جب کافرون سے (جہاد مین) ملاقات ہو تو پیٹھ نہ پھیرو۔ جو اوس روز پیٹھ پھیریگا تو وہ مستحق غضب خدا ہے اور جگہہ اوسکی جہنم مین ہے مگر یہ کہ لڑائی کے لئے مڑے یا اپنی جماعت کی طرف جانے کے لئے۔

اب نہین سمجھتے کس مسلمان کا دل وگردہ ایسا ہوسکتا ہے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو اور پھر اسکا قائل ہو کہ یہ فراری مسلمان تھے۔

اس آیہ لقد نصرکم الله مین خدانے عام صحابہ کے فرار کو نہایت صریح لفظون مین فرمایا ثم ولیتم مدبرین کہ تم سب بھاگ گئے جس سے فراریوں کا کفر ونفاق بدیہی طور پر ظاہر ہوا۔ اسی لئے تو یہ سورہ فاضحہ کہلاتا ہے کہ سب کو اس نے فضیحت کردیا ہان چونکہ قرآن مین مومن ومنافق صحابہ کو علحدہ علحدہ بیان کیا ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرة کہ کچھ لوگ تمسے دنیادار اور کچھ دیندار ہین۔ اور دیندار کی تعریف مین فرماتا ہے وینصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون کہ جو لوگ خدا اور رسول کی نصرت کرتے ہین وہی صادق

ہین - لہذا ضرور ہے کہ ہم تواریخ و تفاسیر سے پتہ لگائین کہ وہ کون لوگ تھے جنکی خدا نے مذمت کی ہے اور وہ کون تھے جنکی خدا نے مدح کی - کیونکہ بعض کا ممدوح - بعض کا مذموم ہونا تو یقینی طور پر معلوم ہوا -

ہم طول دینا نہین چاہتے صرف اسی جنگ حنین کو لیتے ہین جسکے بارہمین خدا نے صحابہ کی مذمت کی ثم ولیتم مدبرین

یہ واقعہ شـہ ہجری کا ہے بعد فتح مکہ کہ حضرت ابھی مکہ ہی مین قیام فرما ہین اقام عام الفتح نصف شہر درمنثور صـ۲۲۵ - کل پندرہ روز مکہ مین رہنے پائے ہین حتی جاء

هوازن وثقیف نزلوا بحنین وحنین وادی حسب ذی المجاز کہ قبیلہ ہوازن وثقیف نے چڑھائی کی اور حنین مین آکر اوترے جو ایک وادی ہے طرف ذی المجاز کے مقام کا نام ہے -

حضرت نے اونکے دفاع کے لئے کوچ فرمایا قال الربیع وکانوا اثنا عشر الفا منھم الفان من اھل مکہ حضرت کا لشکر بارہ ہزار تھا دو ہزار اہل مکہ تھے -

سیوطی لکھتے ہین ان رجلا قال یوم حنین لن نغلب من قلۃ فشق ذلک علی رسول اللہ ص فانزل اللہ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم یعنی ایک شخص نے کہا کہ آج تو ہملوگ بوجہ قلت لشکر کسی طرح مغلوب نہین ہو سکتے - یہ کلمہ حضرت پر نہایت شاق گذرا اور خدا نے اسی کے بارہمین فرمایا ہے کہ تمہاری کثرت نے بروز حنین تمکو مغرور کیا جس سے معلوم ہوا کہ لشکر اسلام کی ہزیمت اسی کلمہ منحوس سے ہوئی جسمین اوسکو اپنی کثرت پر غرہ تھا اور خدا سے قطع امید کا پورا خیال -

اسیوجہ سے حضرت بھی ناراض ہوئے اور خدا نے بھی اوسکی مذمت کی -

سیوطی نے نام تو اوسکا تم سے چھپا دیا ؟ مگر نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا ہزارون آدمی کے سامنے واقعہ تھا کیونکر چھپ سکتا تھا راوی اور مصنف ہر خیال و مذاق کے ہوتے ہین - آخر کھول ہی دیا کہ یہ غرور اور تکبر کا کلمہ کسکے منہ سے نکلا تاریخ خمیس میں ہے وفی روایۃ قال ان ابا بکر قال للنبی او مسلمۃ بن سلامہ

بن وقش وقيل قال لسلمه فكره رسول الله كلامه فوكلوا الى كلمة الرجل فالهزيمة مجيش الاسلام في اول الحال كانت بسببه ص۱۱ جلد۲ مطبوعہ مصر
یعنی ایک روایت مین ہے کہ ابوبکر نے یہ کلمہ خود حضرت سے یا سلمہ بن سلام سے کہا اور حضرت کو یہ کلام مکروہ معلوم ہوا لشکر اسلام کو جو ہزیمت ابتداے حال مین ہوئی اسیوجہ سے۔
اب جو قرینہ آپکو صاف بتا رہا ہے کہ یہ آیہ جو بنا بر روایات اہلسنت سب سے پہلے نازل ہوا تھا شروع سورہ اسی سے تھا کیون چوبیسوان آیہ قرار پایا۔ اسی لئے کہ ضمن آیات مین یہ آیہ کردیا جائے کہ زیادہ تحقیقات کی نوبت نہ آئے۔
اگرچہ عام قاعدہ یہی ہے کہ اگر بادشاہ یا سردار کے سامنے لشکر کے کثرت کی تعریف کیجاتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اوسکے قلب کی قوت بڑھ جاتی ہے اسی اصول پر ابوبکر نے بھی یہ کلمہ خوشامدانہ کہا ہوگا۔ مگر جو لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہین وہ ان کلمات سے بجاے خوش ہونے کے رنجیدہ اور کبیدہ ہوتے ہین کیونکہ اس طرح کے کلام سے ایک طرح کا عجب اور خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کو یہ کلام ناپسند ہوا اور خدا نے تو اسکو صاف لفظون مین فرمایا اعجبتکم کثرتکم کہ تمھاری کثرت نے تمکو مغرور کردیا۔
تو اس سے اوس کلام خداوند عالم کی بھی تصدیق ہوئی جو خداوند عالم سورہ بقرہ مین فرماتا ہے ومن الناس من يعجبك قوله في الحيوة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو الد الخصام۔
اور بعض آدمیون سے ایسے ہین جسکا قول جہات دنیا مین تمکو مغرور کرتا اور گواہ کرتا ہے خدا کو اوس چیز پر جو اوسکے دل مین ہے حالانکہ وہ بڑا جھگڑالو ہے۔
جس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی مذمت خدا نے یہان کی ہے وہی وہان بھی مراد ہے ۵

۵ اسکی تحقیقات واقعی اگر آپکو مطلوب ہے تو ابطال ص۳۱ جلد۱ ملاحظہ فرمائیے جسمین بمقابلہ اوڈیٹر اہلحدیث اسکی پوری تحقیقات کی گئی ہے ۱۲ الشہیر

اب دیکھیے وہ کون لوگ ہین جو مصداق ثم ولیتم مدبرین ہوے تفسیر درمنثور مین ہے فولی المسلمون مدبرین۔ یعنی سب مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ فالتقی المسلمون والمشرکون ج یہ تو عام مسلمانون کی حالت تھی۔ اب خاص کو دیکھیے جو مصداق ینصرون اللہ و رسولہ ہین۔

تاریخ خمیس مین ہے لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی ہاشم علی والعباس وابو سفیان بن حارث و واحد من غیرھم وھو عبد اللہ بن مسعود فعلی والعباس یحفظانہ من قبل وجہہ وابو سفیان بن الحارث اخذ بعنان بغلتہ وعبد اللہ بن مسعود یحفظہ من جانبہ الایسر صـ۱۱۳ جلد۲

یعنی حضرت کے پاس صرف چار آدمی رہ گئے تھے حضرت علیؑ و عباس و ابو سفیان بن حارث تین آدمی تو بنی ہاشم سے تھے اور ایک آدمی عبد اللہ بن مسعود غیر بنی ہاشم سے۔ حضرت علیؑ و عباس تو سامنے سے حضرت کی حفاظت کرتے تھے اور ابو سفیان بن حارث لگام تھامے تھے۔ اور ابن مسعود بائین طرف تھے۔

آپ یہان ابو بکر عمر عثمان کو ضرور تلاش کرینگے کہ وہ کہان تھے۔ اگرچہ ابو بکر صاحب کی کمزوری اور عثمان صاحب کے فرار سے تو آپکو خود یقین ہوگا کہ وہ کسی غار مین چھپے ہونگے۔ مگر عمر صاحب کے نام کو ضرور آپکی متفحص نگاہین ڈھونڈھینگی کیونکہ بعد کو فاتح روم و فارس وہی مشہور رکئے گئے ہین جسطرح لڑے سپاہی نام ہو سردار کا۔ مگر جب آپ علامہ ابن القیم کی زاد المعاد مین یہ عبارت پائینگے تو آپکی تسکین ہوجائیگی۔

فلحقت عمر بن الخطاب فقال ماللناس فقلت امر اللہ ثم ان الناس رجعوا وجلس رسول اللہ صـ۴۵۵ جلد اول

یعنی قتادہ لکھتے ہین ہم عمر سے جا کر ملے (کہان اسکو نہین بتایا) تو پوچھا لوگون کو کیا ہوگیا ہے (اپنا حال نہین بتایا) توہمنے کہا حکم خدا یونہی تھا کیا اچھا موقع مسئلہ تقدیر ہی اسکے بعد لوگ پھر آئے اور رسول اللہ نے نشست فرمائی۔

اس تحقیقات سے آپنے یہ نتیجہ ضرور نکالا ہوگا کہ یہ آیہ جو سب سے پہلے نازل ہوا تھا وہ

کیون اسطرح بیچ مین ڈالدیا گیا۔

۲۷ یا ایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس یعنی اے ایمان والو مشرکین نجس ہین چاہیئے کہ قریب مسجد الحرام اس سال کے بعد نہ آنے پائین اور اگر تمکو مفلسی کا خوف ہو تو خدا اپنے فضل سے غنی کرویگا اگر چاہے کہ اللہ علیم وحکیم ہے۔

اس آیہ کو اگر غور سے دیکھیئے تو معلوم ہو کہ یہان اسکا کوئی ربط ہی نہین اسلیئے کہ خدا نے آیہ لقد نصرکم اللہ مین مسلمانون کے فرار کو بیان کیا۔ پھر آیہ ثم انزل اللہ سکینۃ مین اپنے سکینہ کے نازل کرنے کو بیان فرمایا۔ پھر آیہ ثم یتوب اللہ مین قبول توبہ کو بیان کیا۔ اسکے بعد انما المشرکون نجس کا کوئی موقع نہین معلوم ہوتا بخلاف اسکے اگر اس آیہ کو ہم ۵ مین جگہ دین تو سب کلام مربوط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے آیہ براءۃ من اللہ مین خدا اپنی بیزاری کفار سے ظاہر کرتا ہے۔ (۲) فسیحوا مین اونکو چار مہینہ کی مہلت دیتا ہے۔ پھر ۳ مین خدا کی ندا ہے کہ اللہ بری ہے مشرکین سے۔ پھر ۴ الا الذین عاھدوا مین اونلوگونکو مستثنیٰ کرتا ہے جنسے معاہدہ تھا۔ اسکے بعد اگر یہ ہو کہ مشرکین نجس ہین اوسکے بعد یہ حکم جو اب ۵ مین ہے کہ جب ماہ حرام تمام ہو جائین تو مشرکین کو قتل کرو تو اس صورت مین پورا ربط پیدا ہوتا ہے۔

چونکہ یہ امر مسلمات اہلسنت سے ہے اور اڈیٹر صاحب النجم نے یقینی طور پر تسلیم کرلیا ہے کہ سورہ برات کی ترتیب صحابہ کی راے سے ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ آیہ لقد نصرکم اللہ جو چھبیسوان آیہ ہے۔ پہلا آیہ تھا لہذا حضرات اہلسنت کو بھی کسی طرح اسمین عذر نہین ہو سکتا کہ غالباً فی الواقع یونہی ترتیب تھی جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ آیہ انما المشرکون نجس کی تفسیر مین درمنثور مین ہے فھذہ الایۃ من اول براءۃ فی القراءۃ وفی اٰخرھا التاویل۔ یعنی یہ آیہ شروع سورہ برارت سے ہے جسکے آخر مین اوسکی تفسیر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی قرارت یونہی تھی اور عثمان کے زمانہ مین شاید یہ انقلاب ہوا۔

سب سے واضح قرینہ اسکا یہ ہے کہ خدا نے اس تشدد اور سختی سے مشرکین کی نجاست کو

بیان کیا کہ وہ ایسے نجس ہین کہ اب مسجد الحرام کے قریب بھی اونکو نہ آنا چاہئے۔ مگر اہل سنت نے نہین بلکہ خود اونکے صحابہ نے اس حکم کو ایسا معطل کیا کہ نہ اوسوقت اسکی تعمیل ہوئی نہ آجتک ہوتی ہے۔

آپ اگر تمام عالم میں دیکھ آیئے اور ۷۲ مذہب کی کتابین جو سب پیروان صحابہ سے ہین دیکھ ڈالین۔ تو بجز فرقہ حقہ شیعہ اثنا عشریہ۔ آپ کسی کو بھی اس آیہ کا عامل نہ پائینگے جو مشرکین کو نجس العین جانتے ہون۔ بلکہ تمامی مدعیان اسلام مشرکین کو مثل مسلمانون کے پاک وطاہر جانتے ہین۔ اسی لئے یہ آیہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا گیا ہوگا کہ حکم معمولی قرار پائے۔

اب اسکو دیکھئے کہ اس آیہ کی صریح مخالفت اہلسنت مین کیسی رائج ہوئی؟ اوسی وقت سے جسوقت سے یہ آیہ نازل ہوا یعنی خود صحابہ نے اسکی مخالفت کا تخم بویا جو آجتک بارور ہے درمنثور مین ہے صفحہ ۲۲۹

فلما نفی اللہ تعالی المشرکین عن المسجد الحرام شق ذلک علی المسلمین فانزل اللہ وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ۔

یعنی جب خدا نے مشرکین کو مسجد حرام سے نکالدیا تو یہ امر مسلمانون پر نہایت سخت گذرا تب خدا نے آیہ وان خفتم عیلۃ نازل کیا کہ اگر تمکو مفلسی کا خوف ہے تو خدا غنی کردیگا۔ مگر کون مسلمان تھا جو اس وعدہ خدا پر اعتماد کرتا۔؟

عن ابن عباس رض قال کان المشرکون یجیئون الی البیت ویجیئون معھم بالطعام یتجرون فیہ فلما نھوا عن ان یاتوا البیت قال المسلمون فمن این لنا الطعام فانزل اللہ وان خفتم عیلۃ +

عن سعید بن جبیر قال لما نزلت انما المشرکون نجس شق علی اصحاب النبیؐ وقالوا من یاتینا بطعامنا وبالمتاع فنزلت وان خفتم عیلۃ +

عن ابن عباس لما نفی اللہ المشرکین عن المسجد الحرام القی الشیطان فی قلوب المومنین فقال من این تاکلون وقد نفی المشرکون وانقطعت

عنہم العیرا
یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ پہلے مشرکین آیا کرتے تھے خانہ کعبہ مین تو غلہ وغیرہ بغرض تجارت لاتے تھے جب خدا نے یہ حکم نازل کیا تو مسلمانون نے کہا اب کھانا کہان سے ملیگا۔ ابن جبیر کہتے ہین یہ حکم صحابہ رسول پر بہت شاق ہوا کہ اب غلہ وغیرہ کہان سے ملیگا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ شیطان نے مومنون صحابہ کے دلمین یہ وسوسہ ڈالا کہ اب تم کہان سے کھاؤگے حالانکہ خدا نے مشرکین کو خانہ کعبہ سے نکال دیا۔

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ حکم جسوقت نازل ہوا تھا اوسیوقت یہ حکم صحابہ کو ناگوار گذرا اور اس سے ناراض ہوے کہ اب کھانا پینا غلہ وغیرہ کہان سے ملیگا۔ تو اب یقینی معلوم ہوا کہ اس آیہ پر عمل کرنا اوسیوقت ناواجب التعمیل سمجھا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک اہلسنت مین یہ حکم معطل ہے اور ایک فرد بشر بھی اون مین سے نجاست مشرکین کا قائل نہین بلکہ کہتے ہین دل اونکا نجس ہے حالانکہ دل کی نجاست تو بالکل مہمل ہے۔

نجاست ظاہری کا ثبوت حالانکہ اوسی درمنثور مین یہ بھی موجود ہے۔ واخرج ابو الشیخ عن الحسن رض انما المشرکون نجس فمن صافحہم فلیتوضأ واخرج ابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ من صافح مشرکا فلیتوضأ اولیغسل کفیہ واخرج ابن مردویہ عن ھشام بن عروہ عن ابیہ عن جدہ قال استقبل رسول اللہ ص جبرئیل فناولہ یدہ فابی ان یتناولہا فقال یا جبرئیل مامنعک ان تاخذ بیدی فقال انک اخذت بید یہودی فکرھت ان تمس یدی ید قد مسہا ید کافر فدعا رسول اللہ بماء فتوضأ فناولہ یدہ فتناولہا صفحہ ۲۲۷

یعنی حسن بصری سے روایت ہے کہ مشرکون نجس ہین جو اون سے مصافحہ کرے اوسکو وضو کرنا چاہیئے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا جو شخص مصافحہ کرے مشرکین سے چاہیئے کہ وضو کرے یا کف دست دھو ڈالے

ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ ایکدفعہ حضرت جبرئیل آئے تو رسول اللہؐ نے اونکا ہاتھ پکڑنا چاہا جبرئیل نے کھینچ لیا حضرت نے وجہ پوچھی تو کہا ابھی آپنے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا تھا تو ہمنے چاہا اوس ہاتھ کو نہ مس کرین جس نے کافر کا ہاتھ مس کیا ہو حضرت نے اوسکے بعد دست مبارک کو دھویا تب حضرت جبرئیل نے ہاتھ دیا۔

اللہ اللہ کہان تو یہ تعلیم خدا تھی اور اسطرح کے احکام حضرت نے فرمائے اوسکی تعمیل یون ہورہی ہے کہ انما المشرکون طاہر مسلمانون کے ہاتھ کا پانی تو اہلسنت کے یہان نجس ہوجائے اگر ذرا سا پی لین اور ہنود و مشرکین سے یہ الفت ہے کہ اونکا کھانا پینا۔ پانی دودھ گھی سب طاہر ہے۔

خدا نے جن مصالح سے یہ احکام فرمائے تھے اگر اوسپر عمل کیا جاتا تو آج دنیا مین نہ کوئی کافر نظر آتا نہ مسلمانونکو یہ افلاس ہوتا اگر خدا سمجھے اون مسلمانون سے جنہون نے محض اس لالچ مین کہ بہر غلہ وغیرہ کہان سے ملیگا اگر ہندوون سے لین دین ترک کردین۔ اس آیہ کے معنی و مطلب کو بالکل بدل دیا ۵

۳۳۔ یا ایہا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ و الذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔

یعنی اے مومنو بہتیرے اکثر احبار و رہبان لوگ کھاتے ہین مال آدمیون کا ساتھ باطل کے اور روکتے ہین راہ خدا سے۔ اور وہ لوگ کہ خزانہ بناتے ہین سونے اور چاندی کو اور نہین خرچ کرتے ہین خدا کی راہ مین ان سب کو بشارت دو ساتھ عذاب الیم کی۔

تفسیر در منثور سیوطی مین ہے اخرج ابن الضریس عن علیاء بن احمد ان عثمان بن عفان قال لما ارادوا ان یکتب المصاحف ارادوا ان یلغوا الواو التی فی

۵ اس علم کے اسرار و حکمت آپکو اصلاح جلد پنجم کے اوس مضمون مین بہت تفصیل سے ملیگی جسکی سرخی ہے "مسلمانون کی کمائی کی تقسیم" ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴ جلد ۵

تحریف قرآنی
اہلسنت

براءة والذين يكنزون الذهب والفضة قال لعماابی رض لتلحقنها او لاضعن
بسیفی علی عاتقی فالحقوها صـ۲۳۲
یعنی جب عثمان نے قرآن کو لکھوانا چاہا تو چاہا کہ حرف واو کو جو سورہ براءة
مین آیہ والذین یکنزون مین ہے اوسکو نکال ڈالین۔ ابی بن کعب (یہ بھی
جامع قرآن تھے) نے کہا اس واو کو رہنے دو ورنہ ہم تلوار اپنے دوش
پر رکھینگے تب لوگون نے اوس واو کو آیہ مین رہنے دیا۔
دیکھیے حضرات اہل سنت اسکی کیا تاویل کرتے ہین اور اسکا کیا جواب
دیتے ہین کیونکہ اس سے صریحی بدنیتی و بددیانتی جامعین قرآن کی ظاہر ہے اور
اس سے ہماری سابق تحریرون کی ایسی تائید ہوتی ہے کہ اگر تمام دنیا کے
اہلسنت جمع ہون تو اسکا جواب کیا کسی کا جواب نہین دے سکتے۔
کیونکہ خدا نے اس آیہ مین دو قسم کے لوگونکو جہنم کی بشارت دی ہے ایک اہل
کتاب کو جو لوگون کا مال ناحق کھاتے ہین دوسرے اون مسلمانون کو جو مال
جمع کرتے ہین اور راہ خدا مین خرچ نہین کرتے۔
یہ بات کہ بشارت جہنم دونون سے متعلق ہے اوسیوقت معلوم ہو سکتی ہے
کہ بیچ مین حرف واو رہے جو عطف کے لئے ہے کہ اہل کتاب اور جامعین مال
سے یہ حکم متعلق ہے۔
عثمان اور اونکے ساتھیون نے یہ چاہا تھا کہ حرف عاطفہ واو کو نکالدین جس
کی یہ غرض تھی کہ الذین یکنزون الذهب والفضة صفت پڑجائے اہل
کتاب کی۔ تاکہ معلوم ہو یہ کل صفتین اہل کتاب سے متعلق ہین کہ یہی ناحق لوگونکا
مال بھی کھاتے ہین خدا کی راہ سے بھی روکتے ہین یہی لوگ مال بھی جمع کرتے
ہین اور خرچ نہین کرتے لہذا حکم فبشرهم بعذاب الیم انہین سے متعلق ہے
چونکہ ابی بن کعب بھی اوسوقت اتفاقاً وہان موجود تھے۔ اور اسکو
صریحی تحریف قرآن سمجھتے تھے کہ بالکل غرض ہی خدا وند عالم کی فوت ہوتی ہے

لہذا وہ نہایت جرأت سے اوٹھ کھڑے ہوے کہ اگر تم اس واو کو نکالوگے تو ہم تلوار لیکر تمسے جہاد کرینگے جس سے وہ مجبور ہوے کہ واو کو اونہوں نے رہنے دیا۔

اس واقعہ نے جہاں جامعین قرآن کی بددیانتی و بدنیتی کو واضح طورسے بتایا وہاں آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب جنہوں نے خود عہد رسول اللہ میں قرآن کو جمع کیا تھا۔ کیوں نہ شریک کئے گئے کہ خوب جانتے تھے انکے رہتے ہوے کبھی ایسی کامیابی نہیں ہوسکتی تھی۔ کیونکہ پھر بھی وہ خدا ترس و خدا شناس تھے۔

آہ آہ یہی وہ آیہ ہے جس نے حضرت ابو ذر رض پر وہ مظالم توڑے کہ دنیا کبھی اوس واقعہ کو بھول نہیں سکتی درمنثور میں ہے اخرج ابن سعد وابن ابی شیبہ والبخاری وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ عن زید بن وھب قال مررت علی ابی ذر بالربذہ فقلت ما انزلک بھذہ الارض قال کنا بالشام فقرأت والذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم فقال معویہ ماھذہ فینا ھذہ فی اھل الکتاب قلت انا لنا فینا وفیھم ص۲۳۲

ابن سعد۔ ابن ابی شیبہ۔ بخاری۔ ابن ابی حاتم۔ ابو الشیخ۔ ابن مردویہ۔ زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا گذر حضرت ابوذر پر ہوا۔ جبکہ وہ مقام ربذہ میں تھے تو ہمنے کہا یہاں کیوں قیام ہے کہا کہ ہم ملک شام میں تھے اس آیہ کی تلاوت کی والذین یکنزون الذھب والفضۃ تو معویہ نے کہا یہ کیا۔ کیا یہ آیہ ہملوگوں کے بارہمیں ہے۔ یہ تو اہل کتاب کے بارہمیں ہے ہمنے کہا کہ ہملوگ اور اہل کتاب سب کے بارہمیں ہے۔

ابتو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ کس غرض سے یہ واو اوڑایا جاتا تھا کہ اسکو اہل کتاب سے متعلق کردیں خیر ابی ابن کعب نے اسطرح جہاد کی آمادگی دکھائی کہ کسی کسی طرح رہنے دیا۔ مگر اپنے طرفداروں میں یہ مشہور کردیا کہ یہ اہل کتاب ہے

متعلق ہے۔ جب حضرت ابو ذرؓ نے اسکو واوکے ساتھ تلاوت کی تو اونکو یہ نتیجہ ملا کہ مدینہ سے خارج البلد کرکے ربذہ کے میدان مین نکالے گئے جہان اوس تنہائی اور بیکسی مین اونہون نے انتقال کیا کہ خدا کسی پر یہ مصیبت نہ ڈالے یہ ہین خوش نیتیان جامعین قرآن کی کہ کس طرح تصرف کرنا چاہا اور نہ معلوم کیا کیا کیونکہ یہان تو ابی بن کعب موجود تھے جس سے واو نہ نکل سکا اور قرآن مین رہ گیا۔ پہر جہان ایسے صحابہ نہ تھے انلوگون نے کیا کیا ہوگا ؎ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

اب دیکھئے کہ یہ آیہ جسوقت نازل ہوا ہے اوسوقت صحابہ کی کیا حالت ہوئی اوسی درمنثور مین ہے عن ابن عباس رضؓ قال لما نزلت ھذہ الایۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبر ذلک علی المسلمین وقالوا ما یستطیع احد منا لولدہ ما لایبقی بعدہ فقال عمر انا افرج عنکم فانطلق عمر و اتبعہ ثوبان فاتی النبیؐ فقال یا نبی اللہ انہ قد کبر علی اصحابک ھذہ الایۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث من اموال یبقی بعدکم فکبر عمر ثم قال لہ النبیؐ الا اخبرک بخیر ما یکنز المرء المرأۃ الصالحۃ التی اذا نظر الیہا سرتہ واذا امرہا اطاعتہ واذا غاب عنہ حفظتہ ص۲۳۲

یعنی جب یہ آیہ نازل ہوا تو صحابہ پر بہت سخت گذرا اور کہا کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنی اولاد کے لئے کچھ نہ جمع کرین۔ عمرؓ نے کہا ہم اس عقدہ کو حل کر دیتے ہین۔ رسول اللہؐ کے پاس گئے حضرت نے فرمایا خدا نے زکوۃ کو اسلئے فرض کیا ہے کہ جو کچھ مال بچے وہ پاک اور طیب ہو۔ اور میراث کو اسلئے فرض کیا ہے کہ جو مال تمھارے بعد بچ رہنے عمرؓ نے اسپر تکبیر کہا پہر حضرت نے فرمایا بہترین خزانہ مرد کے لئے عورت صالحہ ہے کہ جب اوسکی طرف نظر کرے تو خوش ہو جب مرد حکم کرے تو وہ اطاعت کرے اور غائب ہو تو وہ حفاظت کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تھا تو اوسوقت بھی صحابہ پر بہت ناگوار رہوا تھا جسمین عمرؓ بھی تھے جو دوڑے ہوے رسول اللہ کے پاس گئے کہ کچھ انکے حسب خواہ فرمائینگے جب وہان سے وہ جواب ملا تو خوشامدین اللہ اکبر کہا۔

تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عثمانؓ وغیرہ نے جو اس واو کو نکالنا چاہا تھا محض اسی غرض سے کہ قرآن مین اس طرح کی تحریف کرکے مال و دولت کی جمع کرنے کے جواز کی راہ نکالین تاکہ یہ پورا آیہ اہل کتاب سے متعلق رہے۔

دوسری روایت اوسمین یہ ہے عن بریدہ قال لما نزلت والذین یکنزون الذھب والفضۃ قال اصحاب رسول اللہ نزل الیوم فی الکنز ما نزل فقال ابو بکرؓ یا رسول اللہ ماذا نکنز الیوم قال لسانا ذاکرا و قلبا شاکرا و زوجۃ صالحۃ تعین احدکم علی ایمانہ ۲۳۲

کہ اس آیہ پر صحابہ نے کہا کہ خزانہ جمع کرنے کے بارہمین یہ آیہ نازل ہوا تو ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ پھر ہم لوگ کیا جمع کرین حضرت نے فرمایا زبان جو ذکر خدا کرے۔ قلب جو شکر کرے زوجہ صالحہ جو ایمان پر معین ہو۔

چونکہ یہ مسلمات اہلسنت سے ہے کہ صحابہ سے وہ لوگ صرف شیخین کو مراد لیتے ہین اگرچہ لفظ صحابہ کہتے ہین لہذا معلوم ہوا کہ اصل مخالفین آیہ مذکورہ سے یہی لوگ تھے۔ اور جب ان دونو بزرگونکا نام بتصریح تمام روایات مین آگیا ہے۔ تو اور بھی یقین ہوا کہ یہی لوگ مراد ہین۔ تو اب ہر عاقل اسکو سمجھ سکتا ہے کہ جب اصل نزول آیہ کے وقت اون لوگونکو اسقدر ناگوار اور جبر گذرا تو اب بوقت جمع اس واو کو نکالنا ضرور بدنیتی اور بددیانتی سے تھا کہ خداوند عالم کی ممانعت یا در ہوا ہو جائے اور یہ لوگ بے روک ٹوک خزانہ قارونی جمع کرین۔ چنانچہ آپنے دیکھا کہ ابی بن کعبؓ نے جب تلوار سنبھالنے کی دھمکی دی ہے تب جا کر یہ واو رکھا گیا۔ رکھا بھی گیا تو معویہ نے اپنی چالاکی سے یہ مشہور کرنا چاہا کہ اسکو بحق

اہل کتاب قرار دین جیسے حضرت ابو ذر کے ساتھ وہ کارروائی کی گئی کہ دنیا کو معلوم ہے۔

دعوی نسخ جب کوئی کارروائی نہ چلی نہ تحریف ہی کر سکے نہ معنی ہی بدل سکے تو علماء اہلسنت نے یہ اضافہ کیا اخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن عراک بن مالک وعمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما قالا فی قول اللہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ قالا نسختہا الایۃ الاخری خذ من اموالھم صدقۃ تطہرھم وتزکیہم بہا صـ۲۳۲

یعنی عراک بن مالک وعمر بن عبد العزیز کہتے تھے کہ یہ آیہ منسوخ ہے جسکو آیہ خذ من اموالھم نے منسوخ کر دیا۔

کھئے اب کس کے نام رویا جاے ابو بکر وعمر و دیگر صحابہ پر جنپر حکم اسدرجہ ناگوار ہوا کہ خود حضرت کے سامنے اسپر اپنی ناراضی ظاہر کی۔ یا عثمان کے نام پر جنہون نے قرآن مین تحریف کر کے واو عاطفہ کو نکال کر چاہا کہ اس حکم کو اہل کتاب سے متعلق کر دین۔ جسکے بعد مسلمان آزاد ہو جائین کہ جسقدر چاہین مال و دولت جائز و ناجائز جمع کرین کوئی اونکا پوچھنے والا اور روکنے والا نہو۔ یا اون صحابہ پر جنہون نے اسپر بھی دعوی کیا کہ یہ آیہ اہل کتاب کے بارہ مین ہے جیسا کہ معالم التنزیل مین ہے وقال بعض الصحابۃ ھذہ الایۃ فی اھل الکتاب صـ۱۳۲۔ یا عراک بن مالک وعمر بن عبد العزیز پر رویا جائے جنہون نے چاہا کہ اگر واو رہ گیا تو لاؤ اسکو منسوخ قرار دین کہ پھر وہی مطلب حاصل ہو جسکے لئے عثمان واو نکالنا چاہتے تھے۔

جس پامردی سے ابی بن کعب نے یہان تلوار نکالنے کی دھمکی دی جس سے قرآن کا ایک واو نکلنے سے بچ گیا۔ اگر تمامی انصار اس کام کو پہلے ہی دفعہ کئے ہوتے جب خلافت نکلتی تھی یا اوسوقت جب قرآن کے جمع کرنے سے ابی بن کعب عبد اللہ بن مسعود نکالے گئے تھے۔ تو آپ سمجھ سکتے ہین کہ قرآن کس حالت پر

رہتا مگر تاہم تمام مسلمانونکو شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انکے بدولت ایک داغ بچ گیا۔
مگر حضرت ابوذر غفاری کا شکریہ کسی طرح نہین ادا ہو سکتا جو صرف اس جرم پر
اس بے رحمی سے ہلاک کیئے گئے کہ اونہون نے ساری مصیبتون کو قبول کر کے
بتا دیا یہ آیہ صرف اہل کتاب کے بارہمین نہین ہے۔ بلکہ مسلمان و اہل کتاب
سب سے خطاب ہے کہ جو مال ناجائز یا جائز جمع کریگا اور خدا کی راہ مین نہ خرچ کریگا
سب کا ایک حکم ہے۔

دیکھئے اسطرح دین خدا کی حفاظت ہوتی ہے جسکی ابتدا جناب سیدہ صلوات
اللہ وسلامہ علیہا سے ہوئی کہ آپنے محض اس غرض سے کہ دین خدا قایم ہو ان سب
صعوبات کو اختیار کیا کہ وصیت کر گئین یہ لوگ کوئی شریک جنازہ نہ ہون اور خاتمہ
اسکا جناب سید الشہدا نے کربلا مین کر دیا کہ تمام دنیا کو معلوم ہو گیا اسلام کسکا نام ہے
تفسیر طبری مین ہے کہ ایک شخص صحابہ سے جو اصحاب صفہ سے تھا (یعنی فقرای
اصحاب سے تھا جنکی اوقات بسری محض رسول اللہ کے عطیہ پر تھی) مرا تو اوسکی
چادر مین ایک دینار ملا حضرت نے فرمایا کہ یہ جہنم کا ایک داغ ہے دوسرے صحابی
کی چادر مین دو دینار رکھا تو حضرت نے فرمایا یہ دو داغ ہین ص۲۵ جلد ۱۰
اس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ رسول اللہ کو اتنا مال بھی رکھنا گوارا نہ تھا۔ اور
صحابہ کی اوسکے مقابلہ مین یہ کوشش تھی کہ کسی طرح مال و دولت جمع کرنے کی
اجازت ملجائے جسکے لئے یہ سب سامان کیا گیا کہ خود قرآن مین تحریف کرنے چلے
افسوس کہ بوجہ اختصار اس سے زیادہ ہم نہین لکھ سکتے ورنہ ہزارون فوائد
تھے اور صدہا واقعات جس سے کلام خدا و منکم من یرید الدنیا کی بخوبی تصدیق
ہو جاتی کہ یہ صحابہ کیسے حریص تھے دنیا پر اور مال و دولت کے کسدرجہ طماع تھے
اوسی درمنثور مین ہے واخرج البخاری ومسلم عن الاحنف بن قیس قال
جلست الی ملاء من قریش فجاء رجل خشن الشعر والثیاب والہیئۃ حتی
قام علیہم فسلم ثم قال بشر الکانزین برضف یحمی علیہ فی نار جہنم ثم

یوضع علی حلمہ ثدی احدھم حتی تخرج من کتفہ و یوضع علی نفض کتفہ حتی یخرج من حلمہ فیتدلدل ثم ولی وجلس الی ساریہ و تبعتہ وجلست الیہ وانا لاادری من ھو فقلت لاادری القوم الا قد کرھوا ما قلت قال انھم لایعقلون شیئاً قال لی خلیلی قلت من خلیلک قال النبیؐ اتبصر احدا قلت نعم قال ما احب ان یکون لی مثل احد ذھبا انفقہ کلہ الا ثلثۃ دنانیر وان ھولاء لایعقلون انما یجمعون للدنیا واللہ لا اسالھم ولا استفتیھم عن دین حتی القی اللہ عزوجل صـ۲۳۴

یعنی بخاری مسلم نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے کہ ہم گروہ قریش مین بیٹھے تھے کہ ایک شخص بال کا کپڑہ پہنے ہوے آیا اور کہا کہ بشارت دو خزانہ جمع کرنیوالون کو کہ بروز قیامت آتش جہنم اوسکے سینہ پر رکھی جائیگی جو پشت سے نکلیگی اور پشت پر رکھی جائیگی جو سینہ سے نکلیگی۔ اسکے بعد وہ شخص جاکر ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا ہم بھی اوسکے پاس جاکر بیٹھے اور نہ پہچانتے تھے کہ یہ کون ہے پھر ہمنے کہا کہ قوم نے تمھاری کلام کو مکروہ جانا۔ اوسنے کہا یہ سب بیعقل ہین ہمارے خلیل نے ہمکو خبر دی ہمنے پوچھا تمھارا خلیل کون تھا کہا رسول اللہ

ہماری غرض اس روایت صرف اسقدر ہے کہ ہزارون صحابہ کا مجمع ہے اونکے سامنے حضرت ابوذر حدیث رسول اللہؐ بیان کر رہے ہین مگر بجاے اسکے کہ دل لگا کر سنتے اوس کلام سے نفرت کر رہے ہین اور کوئی سننے کا روادار نہین ہے۔ پھر بتائیے ایسے صحابہ کیونکر ہادی قوم ہو سکتے ہین اور اونکی ہدایت بجز اسکے کیا ہو سکتی ہو کہ جہانتک ہو سکے مال دنیا جمع کرو کہ یہی دنیا ہے جو کچھ ہے۔

ابتو آپکو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ان صحابہ نے جو کچھ مخالفت رسول اللہؐ کی دربارہ خلافت یا تجہیز لشکر اسامہ وہ سب اسی غرض سے کہ دنیا ہاتھ لگے کیونکہ جب اس مال دنیا کے لئے اونہون نے صریح حکم خدا و رسول مین ایسی مخالفت کی کہ پہلے تحریف کرنا چاہا کہ واو نکالدین۔ جب اوسمین کامیابی نہ ہوئی تو معنی مین تحریف

کیا جسکے لئے حضرت ابوذر کی وہ نوبت ہوئی اور آخر کو منسوخ قرار دیا تو اونکی نسبت اسمین کب شبہہ ہوسکتا ہے کہ یہ معاندانہ و عامدانہ کارروائی تھی۔

دوسرا واو اب یہان آپکو ہم دوسرے واو کی حالت بھی دکھاتے ہین کیونکہ اسی سورہ برارت کے سنہ مین یہ آیہ ہے والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعواهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم۔

یعنی جو لوگ مہاجرین و انصار مین سبقت کرنے والے ہین۔ اور جنہون نے نیکی سے انکی پیروی کی خدا اون سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش ہین اور ان لئے بہشت طیار کی ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین کہ ہمیشہ رہینگے ان مین یہ فوز عظیم ہے۔

اس آیہ مین خدا نے سابقین مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے اور اون لوگون کی جو انکی پیروی کرین نیکی مین۔ عمر صاحب نے اس مین سے واو (والذین) کا اوڑانا چاہا جسکی غرض یہ تھی کہ یہ آیہ بھی صفت ہو مہاجرین و انصار کی نہ تابعین معلوم ہو کہ وہی لوگ اتباع بہ احسان کرنے والے ہین۔ اسمین بھی ابی بن کعب کو بڑی سختی سے کام لینا پڑا۔

چنانچہ درمنثور مین ہے ان عمر بن الخطاب قرء والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان فرفع الانصار ولم يلحق الواو في الذين فقال زيد بن ثابت والذين فقال عمر الذين فقال زيد امير المومنين اعلم فقال عمر ائتوني بابي بن كعب فاتاه فسأله عن ذلك فقال ابي والذين فقال عمر لنعم اذن فتابع ابيا۔

واخرج ابو الشيخ عن اسامه ومحمد بن ابراهيم التيمي قالا مر عمر بن الخطاب برجل وهو يقرء والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان فوقف عمر فلما انصرف الرجل قال من اقرءك هذا

قال اقرء منہا ابی بن کعب قال فانطلق الیہ فانطلقنا الیہ فقال یا ابا المنذر
اخبرنی هذا انك اقرءته هذه الایة قال صدق تلقیتها من فی رسول
الله قال عمر انت تلقیتها من فی رسول الله فقال فی الثلثة وهو
غضبان نعم والله لقد انزلها الله علی جبرئیل وانزلها جبرئیل علی قلب
محمدؐ ولو یستامر فیها الخطاب ولا ابنہ فخرج عمر رافعا یدیہ وهو یقول
الله اکبر الله اکبر ص۲۷

یعنی عمر اس آیہ کو واو نکالکر پڑھتے تھے والسّابقون الاولون من
المهاجرین والانصار الذین اتبعوهم باحسان (تاکہ یہ ساری صفتیں مہاجرین
وانصار کی قرار پائیں) اور واو کو الذین مین نہین ملاتے تھے۔ زید نے کہا و
الذین پڑھو عمر نے کہا نہین الذین زید نے کہا امیر المومنین زیادہ عالم ہین۔ عمر نے
ابی کو بلا بھیجا تو ابی نے آکر کہا والذین صحیح ہے۔

اسامہ و محمد بن ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ عمر نے جب والذین اتبعوهم
کو پڑھتے سنا تو پوچھا کس نے اسطرح پڑھایا ہے کہا ابی بن کعب نے عمر ابی کے
یہان گئے اور پوچھا ابی نے کہا ہان یونہی ہمنے رسول اللہؐ کے منہ سے سنا ہے۔ عمر نے
کہا خود تمنے حضرت کے منہ سے سنا ابی نے دو مرتبہ کہا ہان تیسری مرتبہ کہا قسم خدا کی خدا نے
اسی طرح جبرئیل پر نازل کیا۔ اور جبرئیل نے اسی طرح رسول اللہؐ کے قلب پر نازل کیا۔
اس مین نہ خطاب سے اوسنے مشورہ لیا نہ اوسکے بیٹے (عمر) سے پس نکلے وہان سے
عمر اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے۔

یہ دونو روایتین جو صرف ایک حرف واو سے متعلق ہین آپکو بتا دیگی کہ قرآن
مین تحریف کرنا کیسا آسان تھا کہ ہر جاہل نے جو قرآن کو کبھی پڑھتا بھی نہ تھا جب چاہا
تحریف کر دیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک حرف کے نکالدینے سے معنی مین کیا خرابی پڑ سکتی ہے۔
اور پھر دیکھنے مین نہ فصاحت و بلاغت جاتی ہے نہ کسی طرح کی بے ربطی پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ابی بن کعب وغیرہ جو مسلم قاری و حافظ قرآن تھے۔ کیوں اس مجمع سے علحدہ کئے گئے کیونکہ آپنے دیکھ لیا اونہوں نے عمر سے کس طرح سختی سے کلام کیا اور عثمان کے مقابلہ میں تو تلوار ہی نکالنے کی ضرورت پڑ ہی تھی۔ اوسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ زید بن ثابت کیسے خوشامدی تھے جو کہدیا کرتے امیرالمومنین اعلم

اب آپ ہی نتیجہ نکال لیجئے کہ ابی بن کعب ابن مسعود کو نکالکر زید بن ثابت سے لکھوانا اور اون کی ماتحتی مین چند لونڈونکو بنی امیہ کے لکھنے کے لئے دینا کس غرض سے تھا۔ کیونکہ آپنے ان روایات مین دیکھ لیا ہے نہ کبھی باقاعدہ قرآن کی صحت کی گئی نہ اوسکا کوئی انتظام تھا۔ بلکہ اتفاقاً عمر نے سن لیا اور ابی کو بلاکر اون سے کج بحثی شروع کی۔ اسی طرح عہد عثمان مین اتفاقاً ابی آگئے تھے جو والذین یکنزون الذھب والفضۃ کا واو بچ گیا۔ ورنہ عثمان وغیرہ نے تو اس آیہ کو پوری طور سے متعلق بہ اہل کتاب کردیا تھا۔

عمر نے بھی جس واو کو از راہ بددیانتی نکالنا چاہا اوسمین ابی سے سخت مناظرہ ہوا کیونکہ اوسی درمنثور مین ہے قال عمر انت اقرء تحذ اھذہ الآیۃ ھکذا قال نعم قال سمعتہا من رسول اللہ ص قال نعم قال لقد کنت اری انا رفعنا رفعۃ لا یبلغہا احد نا بعد نا فقال ابی تصدیق ذلک فی اول سورۃ الجمعۃ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وفی سورۃ الحشر والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان وفی الانفال والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم ص ۲۶۹

کہ عمر نے پوچھا کیا تمنے اس آیہ کو اس طرح پڑھا ہے کیا تمنے اسی طرح سنا ہے رسول اللہ ص سے تو ابی نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا ہم جانتے تھے کہ خدا نے ہمکو وہ درجہ دیا ہے کہ اور کوئی اوس درجہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ ابی نے کہا اسکی تصدیق اول سورہ جمعہ مین ہے واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کہ بعد والے جو اون سے ملحق ہوے۔ اور سورہ حشر مین فرمایا اور وہ لوگ جو بعد انکے آے اور کہتے ہین کہ خدایا بخشدے ہمکو اور ہمارے اون بھائیون کو

جنہون نے ہمپر سبقت کی بہ ایمان اور سورہ انفال مین ہے والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئك منکم۔

اب تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے جو اس واو کو نکالا تھا تو صرف اس غرض سے کہ سابقین مہاجرین وانصار کی فضیلت ثابت ہو کہ دوسرا کوئی انکی ہمسری نہ کرسکے۔ مگر ابی نے نہ صرف قرارت رسولؐ سے اسکو باطل کیا۔ بلکہ کئی آتیین پڑھکر اسکے سنائیں جن سے عمر صاحب ناواقف بلکہ جاہل مطلق تھے۔

جس خیال سے عمر صاحب نے یہ کارروائی کی تھی۔ اوسکو یہ نہ سمجھے گا کہ وہ مٹ گئی ہو۔ بلکہ اہلسنت مین وہ خیال اسی طرح قایم ہے چنانچہ اوسی درمنثور مین ہو عن ابی صخر حمید بن زیاد قال قلت لمحمد بن کعب القرظی اخبرنی عن اصحاب رسول اللہؐ وانما ارید الفتن۔ فقال ان اللہ قد غفر لجمیع اصحاب النبیؐ واوجب لھم الجنۃ فی کتابہ محسنھم ومسیئھم قلت لہ وفی ای موضع اوجب اللہ لھم الجنۃ فی کتابہ قال الا تقرء والسابقون الاولون الایہ اوجب لجمیع اصحاب النبیؐ الجنۃ والرضوان وشرط علی التابعین شرطا لم یشترطہ منھم قلت وما اشترط علیھم قال اشترط علیھم ان یتبعوھم باحسان یقول یقتدوا بھم فی اعمالھم الحسنۃ ولا یقتدون بھم فی غیر ذلك قال ابو صخر فواللہ لکانی لم اقرءھا قبل ذلك وما عرفت تفسیرھا حتی قرء علی محمد بن کعب صـ ۲۷۱

یعنی ابو صخر نے محمد بن کعب سے پوچھا کہ ہمکو اصحاب رسول سے خبردو۔ مقصود میرا زمانہ فتنہ سے تھا محمد بن کعب نے کہا کہ خدا نے تمامی اصحاب رسول کی مغفرت کی اور جنت کو اونکے لئے واجب کیا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔ مینے پوچھا کہ کہان خدا نے سب کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو محمد بن کعب نے کہا آیہ والسابقون الاولون کو نہیں پڑھتا کہ خدا نے کل صحابہ کے لئے جنت و رضوان کو واجب کیا ہے اور تابعین پر وہ شرط لگائی ہے جو صحابہ پر نہیں ہے مینے پوچھا کہ وہ کونسی شرط ہے کہا کہ صحابہ کی تقلید

اعمال حسنہ مین - ابوصخرہ کہتے ہین کہ یہ تفسیر سنکر ہمکو یہ معلوم ہوا کہ کبھی اس آیہ کو ہمنے پڑہا ہی نہین تھا -

اب ناظرین با انصاف غور کرین کہ کہان تو وہ بیان ہوتا ہے کہ یہ سورۃ عذاب ہے اسکا نام سورہ فاضحہ ہے جسنے کسیکو بے فضیحت کئے چھوڑا نہین - اور کہان یہ دعوی کہ اس آیہ نے تمامی صحابہ کے مغفرت کی ضمانت کرلی ہے خواہ نیکوکار ہون خواہ بدکار - یعنی مومن منافق سب بخشدئے گئے - کہئے اس سے بڑھکر قرآن کی کیا مخالفت ہوسکتی ہے ؟ کہ خدا تو اس سورہ کے ذریعہ سے تمامی صحابہ کو فضیحت کرے اور محمد بن کعب قرظی یہ دعوی کرین کہ سب صحابہ بخشدئے گئے خواہ وہ نیک ہون یا بد

خدا تو سابقون اولون مہاجرین سے وعدہ مغفرت کرتا ہے جسمین بجز جناب امیرؑ و حضرت خدیجہ کوئی داخل ہی نہین - کیونکہ یہی دو بزرگ ایسے ہین جو سب سے پہلے مشرف بہ ایمان ہوئے -

اور محمد بن کعب سب صحابہ کو اسمین داخل کرتے ہین خواہ نیک ہون یا بد جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی اصطلاح نہین بلکہ لغت مین صحابہ و سابقون اولون مہاجرین الفاظ مترادفہ سے ہین - حالانکہ سب جانتے ہین سابقون کے معنی سبقت کرنے والے اور اولون کے معنی اول لوگ یعنی جنہون نے سبقت مین بھی شرف اولیت حاصل کیا اونکے بخشنے کا خدا نے وعدہ کیا ہے اب انکے نزدیک جتنے صحابہ تھے خواہ مومن ہون یا منافق سب ہی سابقین اولین مہاجرین ٹھہری خدا رحم کرے ایسے فہم پر جو اس طرح قرآن کو غارت کرتے ہین -

۳۵ - ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنی عشر شھرا - یعنی مہینونکا شمار خدا کے نزدیک بارہ ہے کتاب خدا مین جبسے پیدا کیا خدا نے آسمان و زمین کو جسمین چار مہینہ حرام ہین (یعنی تعظیم کے) یہی دین قیم ہے - اسمین تم ظلم نہ کرو اپنی نفسونپر - اور تم سب مشرکون سے لڑو جیسا کہ وہ تم سے سب لڑتے ہین اور جان رکھو کہ خدا متقین کے ساتھ ہے -

۶ س - انما النسی زیادۃ فی الکفر مہینہ مین گھٹاو بڑھاؤ کرنا زیادتی ہے کفر مین جس سے کافر لوگ گمراہی مین ڈالے جاتے ہین کہ ایک سال تو حلال کرتے ہین دوسرے سال حرام تاکہ ماہ حرام کو جسے خدانے مقرر کیا ہے گنتی مین پورا کرلین اور خدا کے حرام کو حلال کرین انکے اعمال زشت اونکو بھلے دکھائی دیتے ہین اور خدا کافرونکی ہدایت نہین کرتا (یعنی وہ قبول نہین کرتے)

ان دونو آیتون کو اگر سابق کی آیت سے ملائیے جسمین مال دنیا کے جمع کرنے کی ممانعت ہے اور اسکے بعد والی آیت سے ربط دیجیے جسمین جہاد کیلئے کوچ کرنیکا حکم ہے تو ہر شخص معمولی طور پر سمجھ سکتا ہے کہ اسمین ربط نہین ہے -

بخلاف اسکے اگر آیہ ۵ کے بعد یہ آیہ رکھا جاے جسمین حکم ہے کہ جب ماہ حرام ختم ہوجائے تو تم کافرون سے جہاد کردو تو معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ جائیگا کہ کس طرح یہ آیات مربوط ہین - کیونکہ ۵ مین بعد اختتام شہر حرام جہاد کا حکم ہے اور اس آیہ ۳۵ مین ماہ حرام کی تفصیل ہے کہ خدانے بارہ مہینے مقرر کئے جنمین ۴ ماہ حرام ہین اور پھر ۳۶ مین عرب کے اوس قاعدہ کا ابطال ہے جو دوسرے تیسرے سال ایک مہینہ گھٹا بڑھا کر ماہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے -

اس ترکیب کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ ماہ حرام کی حرمت جو اسلام کے قبل سے مسلم تھی کفار جاہلیت بھی اوسکو مانتے تھے - اور اسلام نے بھی اس تاکید سے اوسکو قایم کیا - وہ مٹ جائے اور عام طور سے لوٹ مار کی اجازت ملجاے کہ اتنی قید بھی نہ رہے کہ ماہ حرام مین تو جنگ و جدل موقوف ہو جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ ان مسلمانون نے کسدرجہ حکم خدا کی مخالفت کی اور اوسی غرض سے اس آیہ کو اصل جگہ سے ہٹا دیا -

زاد المعاد ابن القیم مین ہے ولا خلاف فی جواز القتال فی الشہر الحرام اذا بدا وانما الخلاف ان یقاتل فیہ ابتداء فالجمہور جوزوہ وقالوا تحریم القتال فیہ منسوخ وھو مذھب الائمۃ الاربعۃ وذھب عطا وغیرہ الی انہ ثابت غیر

منسوخ وکان عطا یحلف باللہ مایحل القتال فی الشہر الحرام ولانسخ من تحریمہ
شیء صفحہ جلد اول مطبوعہ مصر
یعنی اسمین تو اختلاف نہین کہ اگر کفار لڑنا شروع کردین تو اون سے لڑنا جائز ہے۔ اختلاف
اسمین ہے کہ اون سے ابتداے جنگ کرنا جائز ہے یا نہین جمہور نے اسکو جائز کہا ہے اور
کہتے ہین کہ حرمت قتال منسوخ ہے یہی مذہب ائمہ اربعہ ہے۔ مگر عطاء وغیرہ اسکے قائل ہین
کہ یہ آیہ ثابت ہے اور منسوخ نہین ہے اور عطا تو اسپر حلف لیتے تھے کہ ماہ حرام مین جنگ
کرنا حرام ہے کسی طرح جائز نہین۔ اور نہ یہ آیہ کسی طرح منسوخ ہوا۔
اس سے آپکو معلوم ہو گیا کہ ایسا حکم صریح قرآن مین موجود ہے۔ مگر اسپر بھی اسقدر اختلاف
کیا گیا۔ بلکہ صریحی مخالفت کہ جمہور اور ائمہ اربعہ اسی کے قائل ہین کہ یہ آیہ منسوخ ہے جہاد
کرنا جائز ہے۔
تو اب آپ ہی کہیئے کہ اس تحریف کی غرض کیا ہو سکتی ہے بجز اسکے کہ اس حکم کو ایک
اشتباہی حالت مین ڈالدین۔
خود ابن القیم اسطرح فیصلہ کرتے ہین وقال اللہ تعالیٰ فی سورۃ المائدۃ وھی من
آخر القرآن نزولا ولیس فیہا منسوخ یا ایھا الذین آمنوا لاتحلوا شعائر اللہ
ولا الشہر الحرام ولا الھدی ولا القلائد وقال فی سورۃ البقرۃ یسئلونک
عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ فہاتان
آیتان مدنیتان بینہما فی النزول نحو ثمانیۃ اعوام ومن استدل علی نسخہ
بقولہ تعالیٰ وقاتلوا المشرکین کافۃ ونحوھا من العمومات فقد استدل
علی النسخ بما لایدل علیہ ومن استدل علیہ بان النبی بعث اباعامر فی
سریۃ اوطاس فی ذی القعدۃ فقد استدل بغیر دلیل لان ذلک کان
من تمام الغزوۃ التی بدا فیہا المشرکون بالقتال ولم یکن ابتداء منہ
لقتالہم فی الشہر الحرام صفحہ
یعنی خداوند عالم سورہ مائدہ مین فرماتا ہے جو قرآن کا سورہ سب سے آخر مین نازل ہوا

کہ حلال کرو شعار خدا کو اور نہ ماہ حرام کو اور ہدی و قلاید کو۔ اور سورہ بقرہ مین فرماتا ہے کہ لوگ ماہ حرام کے بارہ مین سوال کرتے ہین تو کہدو کہ اسمین قتال کرنا گناہ کبیرہ ہے اور روکنا ہے راہ خدا سے۔

یہ دو آیتین مدنی ہین جنمین قریب آٹھ برس کے فرق ہے اور جو شخص آیۂ قاتلوا المشرکین سے نسخ آیہ پر استدلال کرتا ہے۔ وہ عموم آیات سے استدلال کرتا ہے حالانکہ وہ کسی طرح نسخ پر دلالت نہین کرتا۔ اسی طرح جس نے یہ دلیل دیا کہ حضرت نے جنگ اوطاس کیلئے ابا عامر کا لشکر روانہ کیا۔ تو اوسکا یہ استدلال بھی لغو ہے کیونکہ وہان تو لڑائی پہلے سے شروع تھی۔ حضرت نے ابتدا نہین کیا تھا۔

اب آیئے سیرت صحابہ و خلفا کو دیکھ جائے تو کہین آپکو یہ نہ معلوم ہوگا کہ کسی نے بھی اسکا خیال کیا ہو حالانکہ کیسے صریح احکام اسکی حرمت کے موجود ہین۔

مگر صرف جناب امیرؑ آپکو ملینگے جنہون نے اسکا پورا خیال کیا اور جبتک ماہ حرام ختم نہ ہوا آپ جنگ کو روکے رہے۔ تاریخ کامل مین ہے ثم دخلت سنۃ سبع و ثلاثین ذکر تتمۃ امر صفین فی ہذہ السنۃ فی المحرم منہا جرت موادعۃ بین علی و معویۃ تو ادعا علی ترک الحرب بینہما حتی ینقضی المحرم طمعا فی الصلح صفحہ ۱۲۱ جلد ۳

یعنی ۳۷ھ کے ماہ محرم مین حضرت علیؑ و معویہ مین اسکا معاہدہ ہوا کہ تا ماہ محرم لڑائی موقوف رہے اس امید پر کہ شاید صلح ہو جائے۔

فلما انسلخ المحرم امر علی منادیا فنادی یا اہل الشام یقول لکم امیر المومنین قد استدمتکم لتراجعوا الحق و تنیبوا الیہ فلم تنتہوا عن طغیانکم و لم تجیبوا الی الحق و انی قد نبذت الیکم علی سواء و اللہ لا یحب الخائنین۔ فاجتمع اہل الشام الی امرائہم و رؤسائہم و خرج معویۃ و عمرو یکتبان الکتائب و یعبیان الناس و کذلک امیر المومنین و قال للناس لا تقاتلوہم حتی یقاتلوکم فانتم بحمد اللہ علی حجۃ و ترککم قتالہم حجۃ اخری فاذا ہزمتموہم

فلا تقتلوا مدبرا ولا تجہزوا علی جریح ولا تکشفوا عورۃً ولا تمثلوا بقتیل واذا وصلتم الی رحال القوم فلا تہتکوا ستراً ولا تدخلوا دارا ولا تاخذوا شیئاً من اموالہم ولا تہیجوا امرءۃً باذیً وان شتمن اعراضکم وسببن امراءکم وصلحاءکم فانہن ضعاف القوی والانفس وکان یقول بہذا المعنی لاصحابہ فی کل موطن صـ۱۱۶

یعنی جب مہینہ محرم کا ختم ہوا تو حضرت نے منادی کو حکم دیا کہ اہل شام کو ندا دے کہ امیر المومنین کہتے ہین ہمنے تمکو اسی لیے مہلت دی کہ حق کو پہچانو اور اوسکی طرف رجوع کرو۔ مگر تم اپنی سرکشی وطغیان سے نہ باز آئے اور ہمنے تملوگون کی طرف ڈالا برابر اور خدا نہین دوست رکھتا خائنین کو اسکے بعد جمع ہوے اہل شام اپنے امرا اور روسا کی طرف اور معویہ و عمرو عاص اپنا لشکر درست کرنے لگے ادہر حضرت نے بھی اپنا لشکر مرتب کیا اور فرماتے تھے کہ دیکھو جبتک وہ لوگ ابتدا بجنگ نہ کرین تم پیشقدمی نہ کرنا کیونکہ بحمد اللہ تم حق پر ہو اور انکا ترک قتال نے اور بھی حجت کو تمام کیا۔ جب تم اونکو ہزیمت دو تو بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرنا۔ زخمی پر تلوار نہ اوٹھانا۔ کوئی اگر کنارہ بیٹھا ہو یا خلوت مین ہو تو اوسپر حملہ نہ کرنا۔ کسی مقتول کا مثلہ نہ کرنا۔ اگر تم انکے مال و اسباب تک پہونچو تو پردہ نہ اوٹھانا۔ کسی کے گھر مین نہ جانا۔ کسیکا مال نہ لینا۔ کسی عورت پر ہاتھ نہ اوٹھانا اگرچہ وہ گالی دین تمکو یا تمھاری امرا و روسا کو کیونکہ وہ قوی اور نفس کی راہ سے ضعیف ہین۔ حضرت جس طرف تشریف لیجاتے یہی کلمات اپنے اصحاب سے فرماتے۔

ہماری غرض صرف اس جملہ سے ہے کہ بخیال ماہ محرم حضرت نے جنگ کو موقوف کردیا تھا حالانکہ جنگ پہلے سے قایم تھی اور جب جہاد کا حکم بھی دیا تو یہ فرمایا کبھی تم ابتدا بجنگ نہ کرنا۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام مین اگر اس حکم محکم قرآن کی تعمیل کی گئی تو صرف جناب امیرؑ کی بدولت ورنہ صحابہ اہلسنت نے تو اس حکم کو اس طرح مٹایا تھا کہ باوجودیکہ قرآن مین مکرر تاکیدا اسکی موجود ہے مگر کل صحابہ نے بلکہ ائمہ اربعہ نے اوسکو متروک بلکہ منسوخ قرار دیا۔ تو اب کسکو اسمین شبہہ ہو سکتا ہے کہ اس غرض سے اس آیہ کو ایسی جگہ پر رکھا

کہ حکم محکم اسکا مشتبہ ہو جائے۔

اب جناب اڈیٹر نے جو قواعد جنگ سکھائے ہین اونکے مقابلہ مین خلیفہ اول کے فرمان کو بھی سنلیجئے جس سے معلوم ہو کس درجہ کی رحم دلی اونکے دل مین بھری تھی۔

تاریخ خمیس مین ہے کہ ابوبکر نے خالد بن ولید کو خط لکھا تھا ان اظفرک اللہ باھل الیمامۃ فایاک و الابقاء علیھم اجھز علی جریحھم و اطلب مدبرھم و احمل اسیرھم علی السیف و ھول فیھم القتل و احرقھم بالنار و ایاک ان تخالف امری صفحہ ۳۲۹ جلد ۲

یعنی اگر خدا تجھے ظفر دے اہل یمامہ پر تو ہرگز اون مین سے کسی کو نہ چھوڑنا زخمیوں کو قتل کرنا بھاگے ہوؤن کی تلاش کرنا قیدیون کو قتل کرنا اور آگ سے جلا دینا خبردار میرے حکم کے خلاف نہ کرنا۔ پھر اوسی تاریخ خمیس مین ہے فان اظفرکم اللہ علیھم انشاء اللہ و امکنہ منھم فلیقتلہم بالسلاح و لیحرقھم بالنار و لا یستبق منھم احدا صفحہ ۳۲۸ جلد ۲

یعنی اگر خالد کو اون پر ظفر حاصل ہو تو قتل عام کرین سبکو آگ سے جلا دین کسیکو زندہ نہ چھوڑین۔ اگر اس سے زیادہ تفصیل درکار ہو تو تنقید بخاری حصہ دوم صفحہ ۱۵ لغایت صفحہ ۲۲ ملاحظہ فرمائین۔

(۳۸) یا ایھا الذین امنوا یعنی اے مومنون تمکو کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے خدا کی راہ مین جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہوئے جاتے ہو کیا تم آخرت کی نعمتونکو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلہ مین بہت کم ہین۔

(۳۹) الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلوگے تو خدا تمپر عذاب کریگا اور دوسری قوم کو تمسے بدل دیگا اور تم خدا کا کچھ ضرر نہین کرسکتے خدا ہرشے پر قادر ہے۔

اس آیہ کو شتاب سے ملاؤ جسمین بہنے کی گھبراہٹ کو ترقی کفر بتایا ہے تو تم خود سمجھ لوگے کہ کسی طرح کا ربط نہین بخلاف اسکے اگر ۳۸ و ۳۹ و ۴۱ انفروا خفافا و ثقالا

ملادی جائین تو ہر طرح مربوط ہو سکتا ہے۔

(۴۰) الا تنصروه فقد نصره الله ۔ اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو اوسکو خدا نے مدد دیا ہے جسوقت اوسکو کافرون نے نکالدیا (جو) دوسرا تھا دو کا ۔ جسوقت وہ دونو غار مین تھے ۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے کہتا کو غم نہ کھا و خدا ہمارے ساتھ ہے ۔ تو خدا نے اپنا سکینہ اپنا اوسپر نازل کیا اور اوسکی مدد کی ایسے لشکر سے جسکو تملوگون نے نہین دیکھا اور کافرون کے کلمہ کو پست کیا اور خدا کا کلمہ ہمیشہ بلند رہتا ہے اللہ عزیز و حکیم ہے ۔

اس آیہ کو اگر ۳۹ انفروا خفافا و ثقالا سے جو اسکے پہلے ہے ملاؤ تو تمکو معلوم ہو ذرہ برابر بھی ربط نہین کہان تو وہ حکم کہ جہاد کے لئے جس طرح بنے چلے چلو اور کہان یہ بیان کہ اگر نہ مدد کروگے تو خدا نے اوسکی مدد کی ہے ۔ دونون مین کوئی واسطہ ہی نہین ۔

بخلاف اسکے اگر آیہ ۲۵ لقد نصرکم اللہ کو شروع سورہ قرار دو جیسا کہ روایات اہلسنت مین ہے اور ۲۶ ثم انزل اللہ سکینتہ کو دوسرا ۔ اور اس آیہ کو تیسرا تو سب مربوط ہو جاتا ہے جس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ صحابہ کی بیوفائی ۔ غداری خدا و رسول کی مدد نہ کرنا ۔ جہاد سے فرار کرنا سب ایک جگہ ہوتا ہے کہ پھر کسی طرح کا شبہہ ہی اسمین نہین رہتا یہ صحابہ کیسے تھے کیونکہ عام قاعدہ ہے واقعات اگر مسلسل ملتے ہین تو تسکین ہو جاتی ہے ۔

صحابہ نے اس غرض سے اس سورہ کو اس طرح پاشان کیا کہ اول کو آخر ۔ آخر کو اول کر دیا کہ مقصود باری جسکی وجہ سے اسکا نام فاضحہ رکھا گیا تھا فوت ہو جائے ۔ جسکی صریحی دلیل یہ ہے کہ جو آیہ انتہائی مذمت ابوبکر مین وارد ہے اوسکو اہلسنت انتہائی فضیلت مین بیان کرتے ہین حالانکہ معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھتا ہے کہ خدا نے اسمین کیسی مذمت ابوبکر کی کی ہے ۔

کیونکہ خدا نے بتصریح صریح فرمایا ہے الا تنصروه اگر تمنے اوسکی مدد نہ کی جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ خدا اونکی نہ مدد کرنے کی مذمت کر رہا ہے کہ تمنے مدد نہین کی ۔ تو

اگر کوئی اسکا قائل ہو کہ ابوبکر نے کسی طرح مدد کی۔ یا حضرت کی مرضی سے ساتھ رہے تو لازم آتا ہے کہ قول خدا غلط ہو۔ لہذا دو ہی احتمال ہو سکتا ہے ایک یہ کہ ابوبکر کی معیت حضرت کی مرضی و حکم سے نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ اگر حضرت کے حکم سے بھی مانا جائے تو یہ حضرت کے معین و ناصر نہ تھے بلکہ اونکی معیت اور بھی کاہش جان کی باعث ہوئی۔

احتمال اول کی تائید اس سے ہوتی ہو کہ تمامی محدثین و مورخین نے اس واقعہ کو بڑی آب وتاب سے لکھا ہے کہ حضرت اسطرح دوپہر کو تشریف لائے اور اسطرح ابوبکر سے کہا اور ساتھہ لیا اور غار کی طرف تشریف لیگئے۔ حالانکہ خود اہلسنت کے یہاں ایسی بھی روایتیں موجود ہین جس سے اس وضعی روایات کی بخوبی قلعی کھل جاتی ہے۔

روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ مین ہے وفی مسند احمد بن حنبل من حدیث ابن عباس فی حدیث طویل لعلیا انی انشاء اللہ وشرا علی نفسہ لبس ثوب رسول اللہ ونام مکانہ قال فکان المشرکون یتوھمون انہ رسول اللہ فجاء ابوبکر وعلی نائم فقال ابوبکر یحسب انہ نبی اللہ قال فقال یانبی اللہ فقال لہ علی ان نبی اللہ قد انطلق نحو بیر میمونہ فادرکہ فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار۔ قال وجعل علیؑ یرمی بالحجارۃ کما کان یرمی رسول اللہ وھو یتضور وقد لف راسہ فی الثوب لایخرجہ حتی اصبح فکشف راسہ فقالوا انک لئیم کان صاحبک نرمیہ فلا یتضور وقد استنکرنا ذلک الحدیث قولہ یتضور بالضاد المعجمۃ والراء المہملۃ یلتوی من وجع الضرب والجوع قالہ القاموس۔ ص۱۲

یعنی حدیث طولانی مین ہو جو مسند احمد بن حنبل مین ہے کہ حضرت علی نے اپنی جان راہ خدا مین بیچ ڈالی رسول اللہ کا کپڑہ اوڑھکر حضرت کی جگہ سو رہے مشرکون گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ ہی سوے ہوے ہین اسکے بعد ابوبکر آئے اور گمان

کیا کہ حضرت ہی سوے ہین کہا یا نبی اللہ۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ نبی اللہ بیر میمونہ کی طرف
تشریف لیگئے ہین چلے جاو۔ ابوبکر ادھر روانہ ہوئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار
ہوے۔

راوی لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ پر پتھر برسائے جاتے تھے جسطرح رسول اللہؐ پر پتھر پڑتا تھا۔
حضرت علیؑ اوسکے صدمہ سے ادہر ادہر ہوتے جاتے تھے اور سر اپنا چادر سے چھپائے
تھے۔ جب صبح ہوئی اور حضرت نے اپنا سر کھولا تو مشرکون نے کہا تم لئیم ہو کیونکہ
تمھارے صاحب (رسول اللہؐ) پر جب ہم پتھر پھینکتے تھے تو وہ ادہر ادہر نہین ہوتے
اور ہمکو اسی سے شبہہ بھی ہوا۔

اس روایت نے آپکو بتا دیا کہ نہ رسول اللہؐ انکو اپنے ساتھ لیگئے تھے نہ حضرت کی مرضی سے
وہ ساتھ ہوے تھے۔ بلکہ جب وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے ہین اور یہ سمجھکر کہ حضرت ہی
لیٹے ہوے ہین یا نبی اللہ کہا ہے۔ تو حضرت نے بتایا ہے کہ رسول اللہ فلان جگہ تشریف
لے گئے۔ تو وہ روایتین سب ہوا ہوئین جنمین وہ سب قصہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت
دوپہر کو تشریف لائے تھے اور صلاح ہوئی تھی اور ساتھ گئے تھے۔ کیونکہ اس سے تو
ابوبکر کی ایسی بیخبری ظاہر ہوئی کہ انکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ آج حضرت تشریف لیجائینگے چہ
جائیکہ آپکے ساتھ ہون۔

اس روایت مین ایک نہ یہ بھی رکھی گئی ہے کہ جناب امیرؑ نے انکو حضرت کے تشریف
لیجانے اور سمت روانگی سے خبر دی کہ فلان طرف تشریف لیگئے ہین جس سے وہ روایت
تو یقینی غلط ہوئی جسمین حضرت کے ساتھ جانا مذکور ہے اور پورا ایک فسانہ بنایا گیا ہے

اب دوسری روایت سنئے تفسیر درمنثور سیوطی مین ہے ص۲۴۲

اخرج ابن مردویہ و ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس رضہ قال لما خرج
رسول اللہ من اللیل لحق بغار ثور قال وتبعہ ابوبکر رض فلما سمع ذلک
رسول اللہؐ من خلفہ خاف ان یکون الطلب فلما رای ذلک ابوبکر رض تنحنح
فلما سمع ذلک رسول اللہؐ عرفہ فقام لہ حتی تبعہ فاتیا الغار فاصبحت

قریش فی طلبہ فبعثوا الی رجل من قافہ بنی مدلج فتبع الاثر حتی انتھی الی
الغار و علی بابھا شجرۃ فبال فی اصلھا القائف ثم قال ماجاز صاحبکم الذین
تطلبون ھذا المکان قال فعند ذلک حزن ابوبکر رض فقال لہ رسول اللہ ص
لاتحزن ان اللہ معنا قال فمکث ھو وابوبکر رض فی الغار ثلاثۃ ایام یختلف
الیھم بالطعام عامر بن فھیرہ و علی یجھزھم فاشتروا ثلاثۃ اباعر من ابل
البحرین واستاجر لھم دلیلا فلما کان بعض اللیل من اللیلۃ الثالثۃ اتاھم
علی رض بالابل والدلیل فرکب رسول اللہ راحلۃ و رکب ابوبکر اخری فتوجھوا
نحو المدینۃ و قد بعث قریش فی طلبہ۔

یعنی حضرت جب کہ اوسوقت دولت سرا سے برآمد ہو کر جانب غار روانہ ہوئے۔ تو ابوبکر نے حضرت کا
تعاقب کیا۔ حضرت کو جب آہٹ انکی معلوم ہوئی تو آپکو خوف ہوا کہ کوئی کافر آنے والا ہو ابوبکر نے
جب یہ سمجھا تو کھنکھارا۔ حضرت نے پہچان لیا ٹھہر گئے اور ساتھ لیکر طرف غار آئے قریش نے
حضرت کی جستجو شروع کی قبیلہ بنی مدلج سے ایک شخص کو بلوایا جو نشان قدم پہچانتا تھا اوسنے
ابوبکر کے پیر کا نشان دیکھنا شروع کیا (کیونکہ رسول اللہ کے قدم کا نشان زمین پر نہیں پڑتا
تھا ایک یہ بھی مصلحت تھی جو حضرت نے ابوبکر کو قصدا ساتھ لیا) اور غار تک پہونچ کر وہ
کھڑا ہو گیا وہاں ایک درخت تھا اسکے سایہ مین بیٹھکر اوسنے پیشاب کیا اور کہا کہ یہاں سے
آگے نہیں گئے ہین وہ لوگ جنھین تم تلاش کرتے ہو۔ اوس وقت ابوبکر پر حزن
طاری ہوا (کیونکہ انھین کے پیر کا نشان ملتا تھا) حضرت نے فرمایا غم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ
ہے۔ حضرت اور ابوبکر تین روز تک غار مین رہے۔ عامر بن فہیرہ انلوگونکے لئے کھانا
لایا کرتا تھا۔ اور حضرت علی اوسکا سامان کرتے تھے۔ (زیادہ کو وہ روایتین جنمین اسما
بنت ابوبکر و عبدالرحمن بن ابوبکر کا کھانا لانا دکھایا گیا ہے) اسکے بعد تین اونٹ
خرید کیا جو بحرین کے اونٹون سے تھا اور ایک راہ نما اجیر کیا گیا۔ جب تیسری رات
ہوئی تو حضرت علیؑ اونٹ اور راہ دکھانے والے کو ساتھ لائے ایک پر حضرت
سوار ہوئے دوسرے پر ابوبکر اور جانب مدینہ روانہ ہوئے اور قریش نے حضرت کی طلب

مین آدمی روانہ کئے۔

اس روایت کو سابق روایتون سے ملاؤ تو وہ سب فسانہ غلط ہوتا ہے جسکو عائشہ اور اسماء نے بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا کہ یون حضرت دوپہر کو وقت آئے اور رات کو ابوبکر کے ساتھ گئے۔ اور اسماء وعبدالرحمن پسر و دختر ابوبکر کھانا لیجایا کرتے تھے اور ابوبکر نے دو اونٹ لیا تھا اور حضرت کی سواری کو عنایت کیا۔ بلکہ وہ اصل واقعہ ہی غلط ہوتا ہے کہ حضرت کی اطلاع و مرضی سے ابوبکر ساتھ ہوے۔ کیونکہ اسمین تصریح مذکور ہے کہ حضرت نے انکو ایک کافر گرفتار کنندہ تصور فرمایا تھا جس سے خوف زدہ ہوے۔ لہذا معلوم ہوا انکی معیت حضرت کے ساتھ ازراہ نصرت ومعاونت نہ تھی ورنہ فلا تنصروہ کی تکذیب لازم آتی ہے جسمین خداوند عالم تصریح فرماتا ہے کہ تمنے اوسکی نصرت نہ کی۔

اب احتمال ثانی کو کسی طرح بھی رفیق ہوے ہون۔ مگر ان کی رفاقت نہ بغرض نصرت تھی نہ کسی طرح نصرت کی بلکہ اور بہی انکی معیت تکلیف دہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ روایت مرقومہ بالا سے تو آپکو بخوبی معلوم ہوا کہ کفار ومشرکین غار تک جو پہونچے تو صرف نشان قدم ابوبکر کی بدولت ورنہ اگر حضرت تنہا ہوتے تو کسیکو پتہ بھی نہین چلتا۔ کیونکہ حضرت کا نشان قدم زمین پر نہین پڑتا تھا۔ پس یہ پہلی معاندت رسول ہوئی کہ انکی معیت سنے کافرونکو اسکا موقع دیا کہ حضرت کی تلاش مین وہ لوگ روانہ ہوے۔

دوسرے یہ کہ ابوبکر محزون ہوے جسپر نص قرآن شاہد ہے لا تحزن ان اللہ معنا اور وجہ حزن بھی آپکو معلوم ہو چکی کہ انہین کے پیرونکے نشان پر کفار یہان تک آئے تھے جسپر اوس قیافہ شناس نے کہا یہان سے آگے نہین بڑھے ہین۔ لہذا صریحی طور پر معلوم ہوا کہ یہ حزن اونکا اپنی گرفتاری پر تھا کیونکہ نشان پا اونہین کا ملتا تھا۔ تو اب آپ غور کیجئے کہ ایسی حالت مین اونکے حزن وغم نے حضرت پر کیا اثر ہوگا۔

جن لوگون کو اسکا موقع ملا ہوگا کہ وہ اپنے والدین یا کسی بزرگ کے خوف سے مخفی ہوے ہون تو وہ اسکو جان سکتے ہین کہ ایسی حالت مین کیونکر بدن چرایا جاتا ہے۔ کس طرح سانس روکی جاتی ہے کہ کہین صداے تنفس بھی نہ معلوم ہو۔ حالانکہ جانتے ہین

کہ بزرگ ہمارا عزیز اور بہی خواہ ہے جو جان سے نہین ماریگا بجز اسکے کہ کچھ تنبیہ و تادیب
کرے۔

آپ حضرتؐ کے اوس خوف و ہراس کو کیونکر تصور مین لا سکتے ہین کہ ہزارہا نہین تو
صدہا ظالم خونخوار دشمن جان گرفتاری کے لئے آئے ہین وہ بھی اسطرح کہ کچھ تو غار کے
اوپر ہین کچھ غار کے در پر۔ پھر بتائے اوس حالت مین ایک رفیق کا جو بلا مرضی آپکے
آیا ہے اس طرح رونا دھونا حضرت کی نفس پر کیا اثر کرتا ہوگا۔ کیونکہ قرآن تو صاف کہہ
رہا ہے حضرت نے اوسی حالت مین فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا

تو اب یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اگر بالفرض حضرت کی اجازت سے بھی ابوبکر ساتھ
گئے ہون تو اونکے حالات نے حضرت کی نفس کو ایسا مشوش کردیا تھا کہ بجائے آرام دہ ہونے
کے وہ تکلیف دہ ہوے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا الا تنصروہ کہ اگر تمنے رسول کی مدد نہ کی تو
کیا ہوا خدا نے اوسکی مدد کی۔

اب وجوہ حزن ملاحظہ ہون کہ ابوبکر کو یہ حزن کیون ہوا۔ پہلی وجہ تو آپ سن چکے
کہ جب اوس قیافہ شناس نے کہا کہ یہان سے وہ آگے نہین بڑھا ہے فعند ذالک حزن
ابوبکر اوس سے ابوبکر رونے لگے۔

دوسری وجہ یہ لکھی ان ابابکر رای رجلا مواجہ الغار فقال یا رسول اللہ
انہ لرائینا قال کلا ان الملائکۃ یسترہ الان باجنحتہا فلم ینشب الرجل ان قعد
یبول مستقبلہما فقال رسول اللہ یا ابابکر لو کان یراک ما فعل ھذا درمنثور ج۲
کہ ابوبکر نے ایک آدمی کو غار کی طرف آتے دیکھا تو کہا یا حضرت اسنے دیکھ لیا۔ حضرت نے فرمایا
ہرگز نہین فرشتے اپنے پرون سے چھپا لینگے اسکے بعد وہ شخص ان لوگون کی طرف منہ کرکے
پیشاب کرنے لگا حضرت نے فرمایا اے ابوبکر اسنے اگر دیکھا ہوتا تو ایسی حرکت نہ کرتا۔

اب آپ ہی بتائے کہ ایسی حالت مین جسکا رفیق اسطرح بات بات پر روئے تو اصل شخص کی
قلب کی کیا حالت ہوگی۔ شعر۔ اژدہا گر بود یار غار + ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

تیسری وجہ یہ لکھی ہے فالقمہ قدمہ فجعلن یضربنہ و تلسعہ الافاعی والحیات و

وجعلت دموعہ تتحدر و رسول اللہ یقول لہ یا ابابکر لاتحزن ان اللہ معنا
یعنی ابوبکر نے اپنا قدم سوراخ مین دیدیا جسپر سانپ اور بچھو ڈنک مارتے تھے اور ابوبکر
کے آنسو رخسار پر بہتے تھے - حضرت نے فرمایا اے ابوبکر غم نہ کھا کہ خدا ہمارے ساتھ ہی -

اسمین ترقی تو خوب دکھائی گئی ہے - مگر آپنے تواریخ مین پڑھا ہوگا کہ ایک وزیر
بادشاہ سے کچھ باتین کر رہا تھا اوسکے کپڑہ مین ایک بچھو تھا جو برابر ڈنک مار رہا تھا لیکن
وہ وزیر اوسی متانت وتہذیب سے کھڑا رہا تھا یہانتک کہ بیہوش ہوکر گر پڑا - مگر ابوبکر
کا یہ ایمان تھا کہ اون سے ضبط نہو سکا اور ایسی جانکاہ حالت مین وہ اس طرح روتے کہ
خود حضرت کو سمجھانا پڑا - پھر ان اللہ معنا کو ڈنک نے کیا نسبت اللہ یشفیک غرستے -

پنجم یہ بھی وجہ ان الذین طلبوھم صعدوا الجبل فلم یبق الا ان یدخلوا فقال
ابوبکر اتینا فقال رسول اللہ لاتحزن - یعنی کفار جب پہاڑ پر چڑھ گئے اور اب اسیقدر
باقی رہا کہ وہ لوگ غار مین آئین تو ابوبکر نے کہا اب تو آگئے - حضرت نے فرمایا غم نہ کھا -
ان اسباب غم پر اگر آپ غور فرمائین تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان امور سے مغموم ہونا خود
دلیل کمال بے ایمانی ہے کیونکہ ایک تو تیرہ برس انکے اسلام ظاہری کو گذر چکے ہین جسمین
ہزارون معجزات وکرامات رسول اللہ دیکھ چکے تھے - اوسپر ایسی بے اطمینانی خود دلیل
بے ایمانی ہے -

دوسرے یہ بھی دیکھ چکے کہ حضرت جب اس غار مین داخل ہوے تو اوسکے منہ پر مکڑی نے
جالا تن دیا ورخت پر کبوتر نے انڈا دیا جس سے کفار تک کو یقین ہوا کہ یہان حضرت
نہین تشریف لائے ان سب معجزات پر بھی انکو تسکین نہوئی جو رو رہے ہین -
تیسرے یہ بھی معلوم تھا کہ رسول اللہ ساتھ ہین پہلے جو آفت آئیگی حضرت ہی پر پھر انکو کیا
غم تھا جسکے لئے اسقدر رو رہے ہین -

آپکو اگر سفر مین کسی رفیق کی رفاقت کا سابقہ پڑا ہوگا تو آپ جان سکتے ہین کہ
اگر وہ رفیق شریف ہے تو اگر کسی قسم کی زحمت یا تکلیف بھی اوسکو پہونچتی ہے تو وہ خوشی
سے باین خیال برداشت کر لیتا ہے کہ ہمارے آقا کو ہمارے اضطراب وبےچینی سے تکلیف

زیادہ ہو - مگر یہ کیسا رفیق تھا جو محض وہمی اور خیالی تکلیف سے کہ کفار ہمکو دیکھ لینگے اس طرح رو رہا ہے کہ حضرت کے اطمینان قلب مین فتور پڑے اور بجاے اسکے کہ اپنی حفاظت کا خیال کرے - اس رفیق کے سمجھانے بجھانے مین آپکو زحمت اوٹھانی پڑتی -

ہم یہ نہین کہتے کہ یہ کارروائی اونکی عمدی تھی یا محض ضعف ایمان سے مگر کلام خداوند عالم لا تنصروہ کہہ رہا ہے کہ یہ فعل اونکا خلاف مرضی خدا تھا - جس سے اونکو اس شرکت و معیت پر بھی خدا نے لا تنصروہ کا مصداق قرار دیا -

ابوبکر کی پیاس - اب دیکھئے کہ ان سب حالات پر ابوبکر نے رو دھوکر حضرت کی نفس اقدس کو مشوش کیا - رو رو کر کفار کو دکھانا چاہا کہ آو اگر یہ پردہ نظر گرا کر دیکھین جب اس سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو پیاس کا بہانہ کیا کہ ابتو حضرت بمجبوری اجازت دینگے چنانچہ درمنثور مین ہے عن ابن عباس قال کان ابو بکر مع رسول اللہ م فی الغار فعطش فقال لہ رسول اللہ م اذھب الی صدر الغار فاشرب فانطلق ابوبکر الی صدر الغار فشرب منہ ماء احلی من العسل وابیض من اللبن وازکی رائحۃ من المسک -

یعنی ابوبکر حضرت کے ساتھ تھے غار مین کہ پیاسے ہوے حضرت نے فرمایا کہ جاکر صدر غار سے پانی پی آو - ابوبکر جو وہان گئے تو شہد سے زیادہ شیرین اور دودھ سے زیادہ سفید اور مسک سے زیادہ خوشبو پانی ملا -

کیا جو شخص اس حالت مین ہو کہ سانس لینا بھی خلاف مصلحت ہو اوسکے ساتھی کی یہ پیاس کبھی بلا علت ہو سکتی ہے - کیونکہ پیاس پیشاب کے بہانے تو ہمکو اون لڑکون کے معلوم ہین جو میانجی سے اسی غرض سے فرصت لیکر شرارت کرنے کو جاتے ہین تو ابوبکر صاحب کی پیاس کب اس سے خالی ہو سکتی ہے -

اب تو اور بھی کلام خدا لا تنصروہ کی تصدیق ہوئی کہ یہ معیت ابوبکر کی بغرض نصرت رسول نہین تھی بلکہ بغرض ایذا دہی - انہین مصالح سے حضرت نے بالقصد و بالارادہ اپنے ساتھ نہین لیا تھا -

امام فخر الدین رازی تفسیر لاتحزن مین لکھتے ہین الوجہ التاسع ان قولہ لاتحزن نہی من الحزن مطلقاً والنہی یوجب الدوام والتکرار وذلک یقتضی ان لایحزن ابوبکر بعد ذلک البتۃ قبل الموت وعند الموت و بعد الموت صفحہ ۲۲۵ جلد ۳

یعنی لاتحزن مین نہی ہے حزن سے مطلقاً۔ اور نہی موجب دوام و تکرار ہے جسکا مقتضی یہ ہے کہ ابوبکر اسکے بعد کبھی محزون نہ ہون نہ قبل موت نہ وقت موت نہ بعد موت۔

مگر افسوس کہ اس نہی کا اثر دو تین روز بھی نہین رہا کیونکہ جب حضرت غار سے نکلکر سوار ہوے اور جانب مدینہ روانہ ہوے فتبعہم سراقۃ بن مالک بن جعشم المدلجی فلحقہم وہم فی ارض صلبۃ فقال ابوبکر یا رسول اللہ ادرکنا الطلب فقال لاتحزن ان اللہ معنا ودعا علیہ رسول اللہ فارتطمت فرسہ الی بطنہا وثار من تحتہا مثل الدخان تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۳۹

تو سراقہ بن مالک نے حضرت کا تعاقب کیا اور حضرت کو اوس نے وہان پایا جو زمین سخت تھی ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ گرفتاری تو پہونچ گئی حضرت نے فرمایا غم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے اسکے بعد حضرت نے بددعا کی جس سے اوسکے گھوڑے کے پیر زمین مین دھنس گئے اور اوس سے دھنوان نکلنے لگا۔

دیکھئے حضرت کی نہی لاتحزن نے کیا اثر کیا۔ فخر رازی تو کہتے ہین اسکا مقتضا یہ تھا کہ تا دم مرگ کبھی نہ محزون ہو۔ اور یہان یہ حالت تھی کہ ایک سراقہ کو دیکھکر روح فنا ہونے لگی۔ حالانکہ دیکھ رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ شخص یکہ و تنہا ہے۔ اگر مقابلہ بھی ہوجاتا تو تین آدمی تھے رسول اللہ ابوبکر۔ عامر بن فہیرہ۔ اور رہ نما جو قبیلہ دیل سے تھا۔ مگر جس شخص کا دل کا بودا ہو۔ ایمان اوسکا ضعیف بلکہ نہ ہو اوسمین قوت قلب کہان سے آسکتی ہے۔ وہ ایسے وعدو نیز کب ایمان لاسکتا ہے۔

نہین نہین یہ مطلب یہ تھا کہ جسطرح ہو سکے حضرت کو مرعوب کرے کہ کسی طرح حضرت

رعب مین آجائین اور گرفتار ہون چنانچہ درمنثور مین ہے حتی اذا سمعت قرأة رسول اللہ وھو لایلتفت وابوبکر یکثر الالتفات صفحہ ۲۴۲

یعنی خود وہی سراقہ کہتا ہے کہ ہمنے رسول کے قرات کی آواز سنی۔ اور وہ حضرت کسی طرف مڑکر نہین دیکھتے تھے۔ اور ابوبکر بار بار پھر کر دیکھا کرتے تھے۔

جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت کو کس طرح کا اطمینان تھا خدا کے وعدہ پر۔ اور ابوبکر کی کیا حالت تھی کہ اس غار مین صدہا بلکہ ہزارہا معجزات دیکھ چکے تھے۔ مگر ایسا ضعف ایمان غالب تھا کہ مطلقاً نہ وعدہ خدا پر اطمینان تھا نہ حضرت کے اس قول پر کہ لاتحزن ان اللہ معنا۔

یہان آپکو جناب امیرؑ کی حالت بھی از خود یاد پڑجائیگی کہ حضرت کے اطمینان قلب کی کیا حالت تھی کہ جو مجمع قتل رسول اللہ صلعم کیلئے مجتمع ہوا ہے اوس مجمع مین رسول اللہ کے عوض حضرت کی چادر سبز اوڑھ کر سوے ہین جنپر ہزارون تیھر پڑ رہے ہین مگر نہ منہ کھولتے ہین نہ کچھ بولتے ہین یہانتک کہ صبح ہوئی اور کفار نے پہچانا جسکے بعد وہ جس سلوک سے پیش آئے ہونگے اوسکو خود آپ قیاس کرسکتے ہین۔ کیونکہ تاریخ خمیس مین ہے

فقام علی من الفراش فقالوا لہ این صاحبک قال لا علم لی قیل انھم ضربوا علیاً وحبسوہ ساعۃ ثم ترکوہ وا قتفوا اثر النبی صفحہ ۳۶۷ جلد اول

یعنی حضرت علی فرش خواب سے اوٹھے تو پوچھا تمھارے صاحب کیا ہوے حضرت علیؑ نے کہا ہم نہین جانتے اسپر اونھون نے حضرت کو مارا اور ایک ساعت تک قید رکھا پھر چھوڑ دیا اور حضرت کے تجسس مین روانہ ہوے۔

حضرات اہل سنت یہان بھی حضرت کے تقیہ پر اعتراض کرینگے کیونکہ یہ تو یقینی ہے کہ حضرت کو معلوم تھا رسول اللہ کہان ہین پھر آپکا انکار کرنا اپنے علم سے بجز تقیہ کس حکم مین آسکتا ہے۔

اللہ اللہ دونو کے مراتب مین کیا فرق ہے اسکو خود قرآن بتا رہا ہے کہ خداوند عالم ابوبکر صاحب کی اس معیت اور مشارکت کو جسپر اہلسنت نازان ہین۔ اسطرح یاد فرماتا ہے۔

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اگر تم نے نصرت کی تو کیا ہوا خدا نے اپنے رسول کی مدد کی سا اور جناب امیر کی نسبت یہ ارشاد ہوا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کہ آدمیوں سے وہ بھی ہے جو اپنی جان کو خدا کی خوشی کے لئے بیچ ڈالتا ہے ۔

تاریخ خمیس مین ہے قال الغزالی فی الاحیاء ان لیلۃ بات علی بن ابیطالب علی فراش رسول اللہ اوحی اللہ تعالی الی جبرئیل و میکائیل انی اخیت بینکما و جعلت عمر احدکما اطول من عمر الآخر فایکما یوثر صاحبہ بحیوتہ فاختار کلاھما الحیاۃ واحباھا فاوحی اللہ الیھما افلا کنتما مثل علی ابن ابیطالب آخیت بینہ وبین محمد فبات علی علی فراشہ لفدیہ بنفسہ و یوثرہ بالحیاۃ ، ھبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ فکان جبرئیل عند راسہ و میکائیل عند رجلیہ ینادی بخ بخ من مثلک یا ابن ابیطالب تباھی بک الملئکۃ وانزل اللہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد صـــ ۳۶۶

یعنی امام غزالی نے احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ فرش رسول اللہؐ پر سوے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کی طرف وحی کی کہ ہمنے تم دونون مین اخوت قائم کی اور ایک کی عمر کو دوسرے سے زیادہ کیا ۔ تو اب تم دونون سے کون ایسا ہے جو زندگی کو اختیار کرتا ہے ۔ دونون نے زندگی کی خواہش کی تو خدا نے وحی کیا کیون تم دونون مثل علیؑ نہین ہوئے کہ ہمنے اونکو محمدؐ کا بھائی کیا ۔ تو علیؑ فرش رسول پر سو رہے اور اپنی جان کو رسول پر فدا کیا اور رسول کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھا جاؤ تم دونو علیؑ کی حفاظت کرو ۔ جبرئیل حضرت علیؑ کے سرہانے بیٹھے اور میکائیل پیر کی طرف اور کہتے تھے مبارک ہو مبارک ہو ۔ کون ہے تمھارا سا اے علیؑ کہ خدا تمھاری وجہ سے مباہات کرتا ہے ملئکہ پر اسکے بعد آیہ ومن الناس من یشری نفسہ نازل کیا ۔

ہان ہان یہ نہ سمجھئے گا کہ خدا نے معاذ اللہ ثنا الصافی کی جو حضرت کی اس عظمت کو تو قرآن مین یاد کیا اور ابوبکر کو یونہی چھوڑ دیا نہین دونون کا تذکرہ ایک ہی جگہ ہے ملاحظہ ہو

سورہ بقرہ بارہ ۲ رکوع ۹

ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی مافی قلبہ وھو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المہاد ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔

بعض ایسا شخص ہے جسکی گفتگو تم کو دنیا کی زندگی مین خوش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ حاکم ہوتا ہے تو سعی کرتا ہے زمین میں فساد مین کہ ہلاک کرے کھیتی اور نسل کو حالانکہ خدا نہین دوست رکھتا فساد کو۔ اور جب اوس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے خوف کر۔ تو غرور اوسکو گناہ مین پھنساتا ہے۔ ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ اور بعض شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کو اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا اپنے بندون کے ساتھ مہربان ہے۔

دیکھا آپنے کہ خدا نے کس طرح دونو آدمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور دونون کے حسن خدمات کا کیا نتیجہ دیا ہے جسکے بعد ہمکو کچھ کہنے کی ضرورت نہین۔

پھر اپنی مال ابوبکر۔ اگر آپکو سمین تردد ہو کہ اگر یہ صاحب کو یہ وصف معیت رسول کیون ایسا اضطراب تھا اور کیون اسطرح مبہوت بنی تھی۔ حالانکہ اونکو معلوم تھا کہ کفار کو رسول سے مطلب ہے نہ ان سے پھر حضور تو اسطرح مطمئن ہین اور ابوبکر اسطرح مضطرب۔ تو آپ تاریخ خمیس ملاحظہ فرمائیے۔

وروی ان ابابکر حین خرج الی الغار حمل مالہ کلہ وکان ذا مال وھو خمسۃ آلاف درھم او ستۃ آلاف درھم ص ۳۲۶ جلد اول

یعنی ابوبکر جب غار کی طرف چلے ہین تو اپنا سب مال لے لیا تھا اور وہ مال دار تھے سب مال اونکا پانچ ہزار درہم تھا یا ۶ ہزار درہم

جو بیان کے حساب سے کچھ کم بارہ سو ہوتا ہے جس سے آپ خود سمجھ گئے ہونگے کہ یہ سارا

۵ اس آیہ کی تفصیلی بحث اصلاح کے فیصلہ قرآنی نمبر ۱۲ جلد ۱۲ مین قابل دید ہے ۔ اڈیٹر

قلق اسی لئے تہا کہ مال چھین جائیگا کیونکہ اسکا تو یقین تھا کوئی انکو نہ قتل کریگا تو اب جو کچھ فکر تھی مال کی۔

اب آپ اوس آیہ کو خیال کیجے جسمین عثمان نے والذین یکنزون الذھب والفضۃ سے واو کو نکالنا چاہا تھا تو آپکو معلوم ہو جائیگا کہ جنلوگون نے محض اس غرض سے کہ قرآن سے مال و دولت کا ناحق جمع کرنا جائز ثابت ہو۔ قرآن مین تحریف کرنا چاہا۔ اونلوگون کو مال کی کیسی محبت ہوگی جسکے خیال سے اسوقت مین ایسا بیچین تھے کہ بار بار حضرت کو لا تحزن فرمانا پڑا ہوگا مگر اپر کوئی اثر نہ ہوا۔

اب آپکو یہ آیہ الا تنصروہ اچھی طرح سمجھ آتا ہوگا کہ خدا نے اسمین ابو بکر کی انتہا درجہ مذمت فرمائی ہے یا تعریف کیونکہ پہلے فرمایا اگر تمنے نہ مدد کی جس سے ابو بکر صاحب کی معیت یقیناً نصرت رسول سے خارج ہوئی ورنہ کذب کلام باری لازم آتا ہے۔ پھر خدا نے اذ اخرجہ الذین کفروا سے اون لوگونکا کفر ثابت کیا جو باعث اخراج رسول ہوے۔ پھر خدا نے رسول اللہ کی حالت بتائی ثانی اثنین کہ وہ ایسا بے یار و مددگار تھا کہ دو مین ایک تھا جو بندا اے لبند کار رہا ہے کہ وہ دوسرا بھی مددگار نہ تھا۔ بلکہ رسول ایسی مصیبت مین تھا۔ کہ دو مین ایک تھا۔ کیونکہ جائے قیام کی نسبت تو فرماتا ہے اذ ھما فی الغار جبکہ وہ دونو غار مین تھے۔ مگر محل نصرت مین فرماتا ہے ثانی اثنین کہ دو مین ایک تھا جسکے بعد اسکی بھی توضیح فرماتا ہے کیون دو مین ایک تھا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن جسوقت وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ غم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ وہ دوسرا حضرت کا ناصر نہین تہا۔ بلکہ اور مصیبت کا بڑھانے والا جسپر رسول کو یہ کہنا پڑا کہ غم نہ کھا کہ خدا ساتھ ہے۔ جسکے بعد خدا اپنی نصرت کا اظہار فرماتا ہے کہ کیونکر ہمنے اوسکی نصرت کی فانزل اللہ سکینتہ علیہ کہ خدا نے اپنی تسکین نازل کی۔ اور تائید کی ایسے لشکر سے جسکو تملوگون نے نہین دیکھا۔

اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابو بکر صاحب اگر مومن ہوتے تو سکینہ خدا سے محروم رہتے حالانکہ اسی سورہ مین پہلے خدا فرماچکا ہے ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین

تو معلوم ہوا کہ یہان جو سکینہ کو خاص رسول اللہ سے متعلق کیا۔ اسی وجہ سے کہ یہان دوسرا مومن نہ تھا ورنہ سکینتہ علیہما فرماتا۔

آپ کیا خدا کو بخیل کہینگے جس نے سکینہ نازل کرتے وقت اتنا بھی نہ گوارا کیا کہ ابوبکر کو بھی شریک کر دیتا جو صرف ایک ضمیر ہما سے کام چل جاتا فانزل اللہ سکینتہ علیہما لکھتا۔

افسوس کہ باوصف قصد اختصار اسقدر طول ہو گیا کہ خود ہم گھبرا گئے اور نفس مطلب سے بعد ہو گیا کیونکہ بحث تو صرف اسقدر تھی کہ صحابہ نے جو بقول اڈیٹر النجم سورہ انفال و سورہ برات کی ترتیب اپنی رای سے دی تو اوسمین کیا خرابی ہوئی۔
اگر خدا نے چاہا تو ہم خاص اسی سورہ برات کی تفسیر لکھینگے جسمین ہر آیہ کی ترتیب اور تفسیر علیحدہ بیان کرینگے انشاء اللہ

آیہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم۔ خدا نے مومنون کی جانین اور انکے مال خرید لئے ہین (اور) عوض مین انکے لئے بہشت ہے یہ لوگ خدا کی راہ مین لڑتے ہین اور مارے جاتے ہین۔ یہ توراۃ و انجیل و قرآن کا سچا وعدہ ہے۔ اور خدا سے زیادہ کون وعدہ کا وفا کرنے والا ہے۔ پس تم خوش ہو اوس بیع سے جسکو خدا کے ہاتھ بیچا اور یہی فوز عظیم ہے۔
اس آیہ کے نسبت اہلسنت کا بیان ہے کہ ہجرت کے دو سال قبل یہ آیہ نازل ہوا تھا جسوقت اہل مدینہ نے جا کر حضرت سے نصرت کا وعدہ مکہ مین بمقام عقبہ کیا تھا۔
درمنثور مین ہے اخرج ابن جریر عن محمد بن کعب القرظی و غیرہ قالوا قال عبداللہ بن رواحہ لرسول اللہ اشترط لربک و لنفسک ما شئت قال اشترط لربی ان تعبدوہ و لا تشرکوا بہ شیئاً و اشترط لنفسی ان تمنعونی مما تمنعون منہ انفسکم و اموالکم قالوا فاذا فعلنا ذلک فما لنا قال الجنۃ قال ربح البیع لا نقیل و لا نستقیل فنزلت ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم الآیہ صفحہ ۲۸۲
یعنی شب عقبہ جب انصار سے اور حضرت سے بات چیت ہوئی اور معاہدہ تمام ہوا تب یہ آیہ

نازل ہوا۔

سنہ۱۱۲ آیہ ماکان للنبی والذین امنوا۔ یہ وہی آیہ ہے جسکی بحث ابتدا سے چلی آتی ہے کہ بروایت بخاری واقعہ وفات حضرت ابوطالبؑ کے متعلق یہ آیہ نازل ہوا جو ہجرت کے تین برس قبل کا واقعہ ہے۔ اور تیرہ برس بعد اس آیہ کو سورہ برات مین جگہ ملی۔ مگر یہ معلوم اتنے دنون تک یہ آیہ کہان رہا۔

۱۱۵۔ وماکان اللہ لیضل قوماً۔ اور خدا ایسا نہین ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے جب تک اون کو وہ چیز نہ بتائے جس سے وہ پرہیز کرین بیشک اللہ ہر چیز کے ساتھ علیم ہے۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس فی قولہ وماکان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ھد اھم حتی یبین لھم مایتقون قال نزلت حین اخذ والفداء من المشرکین یوم الاساری قال لم یکن لکم ان تاخذوہ حتی یوذن لکم ولکن ماکان اللہ لیعذب قوماً بذنب اذ نبوہ حتی یبین لھم مایتقون قال حتی بینا ھم قبل ذلک ص۲۸۶

کہا ابن عباس نے کہ یہ آیہ واقعہ جنگ بدر کے بعد نازل ہوا جب مسلمانون نے مشرکین سے فدیہ لیا جنگ بدر ۲ھ ہجری مین ہوا معلوم نہین دس برس تک یہ آیہ کہان رہا۔

سنہ۱۲۸ لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ ضرور تملوگون مین سے تمھارے پاس ایک پیغمبر آئے ہین۔ جسپر نہایت گران ہے وہ چیز جس سے تمکو تکلیف ہو۔ اور حریص ہین تملوگو نپر اور مومنون پر نہایت شفقت کرنے والے رؤف و رحیم ہین۔

اس آیہ کی تحقیقات پہلے مذکور ہوچکی ہے کہ انفسکم کو اہلسنت نے تحریف کرکے اَنْفُسکم بنایا۔ اور یہ آیہ سب سے آخر مین آیا تھا۔ مگر عہد ابوبکر مین داخل قرآن ہوا نہ عہد عمر مین کسی کو معلوم بھی نہ تھا کہ یہان اور بھی کوئی آیہ ہے کہ نہین۔ یہانتک کہ عہد عثمان یہ آیہ ملا اور داخل قرآن کیا گیا یہ واقعہ ۲۵ھ کا ہے۔

درمنثور مین ہے اخرج ابن ابی داؤد فی المصاحف عن یحیی بن عبد الرحمان بن

حاطب قال اراد عمر بن الخطاب ان یجمع القرآن فقام فی الناس من کان
تلقی من رسول اللہ شیئاً من القرآن فلیاتنا به وکانوا کتبوا ذلك فی
الصحف والالواح والعسب وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشهد شهیدان
فقتل وھو یجمع ذلك الیه۔ فقام عثمان بن عفان فقال من کان عنده شئ
من کتاب اللہ فلیاتنا به وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشهد به شاهدان
فجاء خزیمه بن ثابت فقال انی رایتکم ترکتم ایتین لم تکتبوهما فقالوا ما هما قال
تلقیت من رسول اللہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم
الی آخر السورة فقال عثمان وانا اشهد انهما من عند اللہ فاین تری ان
نجعلهما قال اختم بهما آخر ما نزلت من القرآن فختمت بهما براءة صفحہ ۲۹۶
یعنی عمر نے قصد کیا کہ قرآن جمع کیا جائے تو لوگون مین کھڑے ہو کر آواز دیا کہ جسکے پاس
قرآن ہو وہ ہمارے پاس لائے صحابہ نے علیحدہ علیحدہ ورقونپر اور پتھر کی ٹھکرون پر
اور درخت خرما کی چھال پر لکھ رکھا تھا (اسکے سوا اور کوئی نوشتہ رسول کے گھر مین کچھ
نہین تھا) عمر کسی سے کوئی آیہ اوسوقت تک نہ قبول کرتے تھے کہ دو گواہ نہ گواہی دین
عمر اسی طرح قرآن کو جمع کر رہے تھے کہ مارے گئے (قرآن جمع نہین ہوا) اوسکے بعد
عثمان نے بھی وہی آواز دی کہ جسکے پاس کچھ بھی قرآن سے ہو تو ہمارے پاس لائے
اور وہ بھی جبتک دو گواہ گواہی نہ دین کچھ نہ قبول کرتے تھے۔ اسکے بعد خزیمہ بن
ثابت آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہین تمنے دو آیہ کو قرآن سے چھوڑ دیا جسکو
نہین لکھا ہے۔ پوچھا وہ کون دو آیہ ہے اونہون نے آیہ لقد جاءکم کی تلاوت
کی آخر سورہ تک عثمان نے کہا ہم گواہی دیتے ہین یہ بھی ضرور خدا کی طرف سے نازل
ہوا۔ تو پھر آئی خزیمہ بتاؤ ہم اس آیہ کو کہان جگہ دین۔ خزیمہ نے کہا جو سورہ سب سے
آخر مین نازل ہوا اوسکو اس آیہ پر تمام کرو لہذا سورہ برات کا خاتمہ اسی پر ہوا۔
اس روایت سے اہلسنت نہین بلکہ اظہر الجم کے دعاوی باطلہ کا ابطال ہوا لہذا
مزید تشریح کی ضرورت نہین رہی کہ پچیس برس تک قرآن سے یہ آیہ غائب رہا اور لکھا بھی گیا

تو صرف قیاس و راے سے کہ فلان جگھہ لکھدو۔

رجوع بکلام مخاطب اب ہم نہین سمجھتے کہ ہمارے لائق مخاطب کو اس تحقیقات سے کیا نتیجہ ملیگا وہ زندہ رہینگے یا زندہ درگور ہو جائینگے کیونکہ بڑے جوش مسرت سے لکھا تھا

"جس بات سے طبیعت خوش ہوتی ہے وہ وہ ہے جو بیہقی نے اختیار کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سورون کی ترتیب خدا کی طرف سے ہے سوا براءت اور انفال کے یہ عقیدہ تو اہلسنت کا تھا"

یہ عقیدہ اہلسنت تھا جسکی حقیقت دکھائی گئی کہ صحابہ نے اگر سورہ انفال و سورہ براءت کو بطور خود ترتیب دیا تو بتائے قرآن کی کیا حالت ہوئی کہ تیرہ برس قبل اور دس برس قبل والی آیتین اس سورہ مین ملا دی گئین۔

مخاطب نے اتقان سے بغرض اثبات اس امر کے کہ قرآن کی آیتین بحکم رسول اللہ ص لکھی گئین عثمان کی یہ روایت پیش کی تھی "حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہون نے کہا مینے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپکو کس بات نے مجبور کیا کہ آپنے سورہ انفال کو حالانکہ وہ مثانی مین ہے اور سورہ براءت کو حالانکہ وہ مئین مین سے یکجا کر دیا تا بہ آخر" جسکی حقیقت پہلے دکھائی جا چکی ہے۔ مگر اب تازہ تحقیقات سنیئے کہ فخرالدین رازی تفسیر مین لکھتے ہین صفحہ ۵۰۱ جلد ۴

فان قیل ما السبب فی اسقاط التسمیۃ من اولہا قلنا ذکروا فیہ وجوھا الاول روی عن ابن عباس قلت لعثمان بن عفان ما حملکم علی ان عمدتم الی سورۃ براءۃ وھی من المئین والی سورۃ الانفال وھی من المثانی فقرنتم بینہما وما فصلتم ببسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فقال کان النبی کلما

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسکے ابتدا سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کیون نکال دیا گیا تو کہین گے علما نے اسکی چند وجہین ذکر کی ہین اول یہ کہ عثمان نے کہا جب کوئی سورہ نازل ہوتا تھا تو رسول اللہ بتا دیتے تھے اسکو فلان جگھہ رکھو۔ اس سورہ کے متعلق حضرت نے کچھ نہین بتایا کیونکہ یہ سب سے آخر مین نازل ہوا

نزلت علیہ سورۃ یقول ضعوھا
فی موضع کذا وکانت براءۃ من
آخر القرآن نزولا فتوفی ع ولم یبین
موضعہا وکانت قصتہا شبیہۃ
بقصتہا فقرن بینہما ۔
قال القاضی یبعد ان یقال انہ ع
لم یبین کون ھذہ السورۃ تالیۃ
لسورۃ الانفال لان القرآن مرتب
من قبل اللہ ومن قبل رسولہ علی
الوجہ الذی نقل ولو جوزنا فی
بعض السورۃ ان لا یکون
ترتیبہا من اللہ علی سبیل الوحی
لجوزنا مثلہ فی سائر السور وفی
آیات السورۃ الواحدۃ وتجویزہ
یطرق ما یقولہ الامامیۃ من تجویز
الزیادۃ والنقصان فی القرآن و
ذلک یخرجہ من کونہ حجۃ بل الصحیح
انہ علیہ السلام امر بوضع ھذہ
السورۃ بعد سورۃ الانفال وحیاً
وانہ ع حذف بسم اللہ الرحمن
الرحیم من اول ھذہ السورۃ وحیاً
الوجہ الثانی فی ھذا الباب ما یروی
من ابی بن کعب انہ قال انہا توھموا

تھا۔ حضرت نے انتقال کیا اور اسکے
جگہہ کو نہ بتایا۔ اور چونکہ اسکا قصہ
مشابہ تھا قصہ سورہ انفال سے
لہذا دونون جمع کردیا گیا۔
قاضی لکھتے ہین کہ نہایت
بعید ہے یہ امر کہ کہا جاے حضرت
نے اس سورہ کو نہین بتایا کہ اسکو
بعد سورہ انفال ہونا چاہیئے۔ کیونکہ
قرآن تو منجانب خدا و رسول مرتب ہے
اس وجہ پر جو نقل کیا گیا۔ پس اگر ہم
تجویز کرین کہ بعض سورہ کی ترتیب
من جانب اللہ نہین ہوئی بذریعہ
وحی۔ تو چاہیئے کہ باقی سورون مین بھی
اسکو تجویز کرسکین۔ یا صرف ایک سورہ
کی آیات مین ایسی تجویز کرین جس سے
لازم آتا ہے کہ قول امامیہ درست
ہوجائے جو زیادتی ونقصان کو جائز
جانتے ہین اس صورت مین یہ قرآن
حجت ہونے سے نکل جائیگا بلکہ صحیح یہی
ہے کہ خود حضرت نے ایسا حکم دیا کہ بعد
سورہ انفال لکھا جائے اور ابتدائے
سورہ سے بسم اللہ نکال دیا جائے (مگر افسوس
اسکی کوئی سند نہین دی۔

ذلك لان فی الانفال ذکر العهود
وفی براءة نبذ العهود فوضعت
احدیهما بجنب الاخری۔ والسؤال
المذکور عائد هھنا لان هذا
الوجه انما یتم اذا قلنا انهم وضعوا
هذه السورة بعد الانفال من قبل
انفسهم لهذه العلة

والوجه الثالث ان الصحابة اختلفوا
فی ان سورة الانفال و سورة التوبة
سورة واحدة ام سورتان فقال
بعضهم هما سورة واحدة لان
کلیهما نزلت فی القتال ومجموعهما هذه
السورة السابعة من الطوال وهی
سبع وما بعدها المئون وهذا قول
ظاهر لانهما معا مائتان وست آیات
فهما بمنزلة سورة واحدة ومنهم
من قال هما سورتان فلما ظهر الاختلاف
بین الصحابة فی هذا الباب ترکوا
بینهما فرجة تنبیها علی قول من یقول
هما سورتان وعلی هذا القول
لا یلزمنا تجویز مذهب الامامیة و
ذلك لانه لما وقع الاشتباه فی هذا
المعنی بین الصحابة لم یقطعوا باحد

دوسری وجہ اس بارہ مین یہ ہے کہ
ابی بن کعب نے کہا اسکی یہ وجہ ہے کہ
سورہ انفال مین ذکر عہود ہے اور
سورہ برات مین ذکر نقض عہد۔ لہذا
دونو سورہ ایک جگہہ کیا گیا فخر رازی
لکھتے ہین کہ اسپر بھی وہی خرابی لازم
آتی ہے جو پہلے مذکور ہوئی کیونکہ اس
سے لازم آتا ہے صحابہ نے از خود ایسا
کیا اپنے دل سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ مین اختلاف
تھا کہ سورہ انفال و سورہ توبہ ایک
سورہ ہے یا دو سورہ بعض کہتے تھے
دونو سورہ ملکر ایک سورہ ہے جو درباره
جہاد نازل ہوا اور مجموعہ ان دونون کا
ساتوان سورہ ہے سبع طوال کا تو دونو
سورہ بمنزلہ ایک سورہ ہے کیونکہ دونو
ملکر دو سو چھ آیہ ہے۔

اور بعض صحابہ دونون کو دو سورہ
علیحدہ مانتے تھے۔ جب صحابہ مین اس
طرح اختلاف ہوا تو ان لوگون نے دونو
سورہ کے درمیان مین جگہہ خالی چھوڑ دیا
جس سے اشارہ ہو اسطرف کہ کچھ لوگ
اسکو دو سورہ کہتے تھے۔ اور بسم اللہ

القولين وعملوا عملا يدل على ان هذا الاشتباه كان حاصلا فلما لو يتسامحوا بهذا القدر من الشبهة دل على انهم كانوا متشددين في ضبط القرآن عن التحريف والتغيير وذلك يبطل قول الامامية ۔

نہین لکھا تاکہ اشارہ ہو اس طرف کہ کچھ صحابہ اسکو ایک سورہ مانتے ہین ۔ تو اس توجیہ پر امامیہ کا کوئی اعتراض نہین ہو سکتا ۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا صحابہ ایسے محتاط تھے کہ جونکہ اونکو اسپر قطع و یقین نہ حاصل ہوا کہ کون حق ہے لہذا ایسا عمل کیا تو جن صحابہ کی یہ حالت تھی اسدرجہ ضبط قرآن مین تشدد کرتے تھے تو کب ممکن ہے وہ تحریف کرین ۔ اس سے قول امامیہ باطل ہوا ۔

اس عبارت کا پہلا فائدہ تو اڈیٹر صاحب کو یہ ملا کہ جس روایت کو وہ اپنی گلوخلاصی کے لئے لائے تھے کہ تحریف سے نجاۃ ملے ۔ بقول قاضی صاحب وہ پوری طور پر موید تحریف قرآن نکلا کہ یہ روایت عثمانی صحیح مانی جاے (جسکے صحیح نہ ماننے کی کوئی وجہ نہین) تو اس سے پوری طور پر تحریف ثابت ہوتی ہے ۔ کیونکہ جب ایک سورہ مین ایسا ممکن ہے تو پھر بقیہ سوروں کی نسبت کون مانع ہے ۔

کہئے اڈیٹر صاحب آپ تو بتقلید سیوطی و بیہقی اسکو مان چکے ہین کہ سورہ انفال و سورہ توبہ دونو بہ اختیار صحابہ ترتیب دیا گیا ۔ تو بقول قاضی آپکو قبول تحریف دیگر مین کیا عذر رہا ۔ کیونکہ قاضی صاحب تو صرف ایک سورہ پر رو رہے تھے اور یہان ایک تشدد و شد کا مضمون ہوا

مگر افسوس قاضی صاحب نے یہ نہین لکھا کہ امامیہ کے اس تجویز کی کیا سند ہے ۔ کیونکہ شیعونکا یہ اعتراض تو بربناے روایات اہلسنت ہے کہ اونکے قول سے یہ لازم آتا ہے نہ یہ کہ خاص شیعونکا یہی مسلک ہے ۔ جیسا کہ آیندہ بتصریح تمام مذکور ہوگا ۔

دوسرے قاضی صاحب نے جس امر کے صحت کا دعوی کیا کہ صحیح یہی ہے کہ عہد رسول اللہ سے یونہی مرتب تھا اسکی کوئی سند نہین لکھی ۔ کیونکہ روایتین جتنی ہین وہ اسکے مخالف ہین کہ یہ قرآن بعہد رسول مرتب ہوا ہو بلکہ جتنی روایتین اہلسنت کی ملی ہین وہ سب

تو یہی کہہ ہی ہین کہ صحابہ نے جس طرح چاہا قرآن کو غارت کیا۔ پھر نہ معلوم قاضی صاحب نے ایسے دعوی بے دلیل سے کیا فائدہ سمجھا کیا اسکو بھی محکمہ قضا سمجھا ہے کہ جسطرح چاہا حق کو ناحق کر دیا۔

دوسری وجہ جو فخر رازی نے بڑے تفحص و تجسس نکالی تھی کہ ابی بن کعب لکھتے تھے۔ اوسنے تو اور بھی غارت کر دیا جسپر خود ہی کہہ پڑے کہ جو خرابی پہلے روایت پر عاید ہوتی تھی۔ وہی اس صورت مین بھی لازم آتی ہے۔

توغرض روایتین دونون بلکہ کل اسی قسم کی نکلین کہ اون سے ترتیب صحابہ اپنی راے واختیار سے ثابت ہو جسکے بعد پھر تحریف سے انکار کی کوئی وجہ ہی نہین رہتی۔ کیونکہ جب ایک سورہ مین بلکہ ایک حرف مین بھی یہ ممکن ہے تو پھر سارے قرآن مین کون مانع ہو سکتا ہے۔

اسی لئے فخر رازی نے روایتونپر تو جدت ماری کہ روایت کوئی بھی ہو تحریف ہی کی موید ہے۔ لہذا یہ بات نکالی کہ جب صحابہ ایسے دیندار تھے کہ صرف اسوجہ سے کہ کچھ فیصلہ نہ کر سکتے تھے۔ دونون راے برابر تھی کہ دو سورہ ہے یا ایک۔ تو یہ تجویز کیا کہ ایسی راہ نکالی جائے کہ دونون کی بات رہ جاے۔ جگہ بیچ مین خالی چھوڑ دو کہ دو سورہ لکھنے والونکی تسکین ہو اور بسم اللہ بیچ مین نہ لکھا جاے کہ ایک سورہ لکھنے والون کی بھی تسکین ہو۔ تو ایسے صحابہ سے کب ممکن تھا کہ وہ تحریف و تغیر کے روادار ہون۔

مگر ہمارے امام صاحب نے یہ سوچا کہ اس سے تو سارا قرآن غائب ہوا۔ کیونکہ قرآن کیلئے اجماع و تواتر ضروری ہے۔ پس جب اتنی بات پر اجماع و تواتر نہو سکا کہ یہ دو سورہ ہے یا ایک سورہ حالانکہ یہ سورہ سب کے آخر مین نازل ہوا تھا اور وہ سب لوگ موجود تھے جنکے سامنے قرآن نازل ہوا تو ہر ہر آیہ و ہر ہر لفظ پر تواتر و اجماع کیونکر ممکن ہے۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ ہر ہر آیہ نہ کل صحابہ کے روبرو لکھا گیا نہ ہر ہر آیہ یا ہر ہر لفظ پر اجماع کیا گیا۔ تو پھر قرآن متواتر و مجمع علیہ کیونکر رہا۔

افسوس ہے کہ یہ حضرات جس راہ کو اختیار کرتے ہین وہ خطرناک ہوتی ہے اور ایسی خطرناک کہ پھر کہین ٹھکانا نہ ہے کیونکہ آپ ابتدا سے دیکھ رہے ہین۔ عمر زید بن ثابت در مسجد پر بیٹھکر لوگون سے بھیک مانگ رہے ہین کہ جسکے پاس کچھ قرآن ہو وہ لائے لکھائے۔ اگر کوئی آیہ یا سورہ

کوئی لاتا ہے تو دو گواہ لیکر لکھ لیا جاتا ہے - پھر بتائے کہاں اجماع ہوا کہاں تواتر - اگر دو گواہ
کے بیان سے ہی اجماع و تواتر ہو جاتا ہے تو پھر مدعی و مدعا علیہ دونونکا بیان مجمع علیہ و متواتر
قرار پاتا ہے جو دو دو گواہ کیسے دس پانچ گواہ لاتے ہین -

اسی وجہ سے تو علامہ محمد بن صلاح الامیر نے روضہ ندیہ مین صاف صاف لکھدیا علی ان
القرآن قد انفرد احاد ابنقل ایات منہا وقبلہا الصحابۃ ص۶۵
کہ قرآن کی بہت سی آیتین بنقل احاد منقول ہین جنکو صحابہ نے قبول کیا - تو پھر بتائے اجماع
و تواتر کہاں ہوا -

دوسری نقل جب عثمان نے کرائی اوسکی حالت سبکو معلوم ہے کہ ابن مسعود جنسے خاص
طور پر رسول اللہ ص نے تعلیم قرآن کو متعلق کیا تھا وہ سر پٹک رہے ہین کہ کیسا ظلم ہے کہ ہمسے
قرآن نہین لکھوایا جاتا اور ایک یہودی بچہ سے قرآن لکھوایا جاتا ہے - پھر یہ بھی آپ کو معلوم
ہو چکا کہ عثمان نے کاتب قرآن اون چند نوجوانون کو مقرر کیا ہے جو خاندان بنی امیہ
سے تھے جنکو کوئی مومن کیسا مسلمان بھی نہین مانتا تھا - تو جو قرآن اس طرح لکھا گیا وہ
وہ متواتر و مجمع علیہ کیونکر ہو گیا -

اسکے علاوہ وہ اعتراض پھر باقی رہا کیونکہ جب قرآن مین بلا مرضی رسول اسقدر تصرف
کیا کہ دو سورون کو اسطرح لکھا جو انکا ذاتی فعل تھا بلا حکم خدا و رسول تو پھر دوسرے
تصرفات سے کون مانع ہو سکتا ہے -

ان سب کو جانے دیجئے اب تحریف اہلسنت کو ملاحظہ کیجئے کہ اونہون نے جگہہ خالی کی
عوض سورۃ التوبہ مائۃ وثلاثون آیۃ لکھدیا - حالانکہ صحابہ نے خالی جگہہ چھوڑی
تھی - انہون نے اوسکو ان الفاظ سے بھر دیا - اور بجائے سورہ برات - سورہ توبہ لکھدیا
جو بتصریح ابن عمر ناجائز ہے - تو اب قرآن اور صحیح بخاری کی حالت ایک قرار پائی کیونکہ
صحیح بخاری مین بھی تو یہی کہا گیا کہ بخاری نے خالی جگہ چھوڑی تھی اوسکو یارون نے
ادھر ادھر کی حدیثون سے بھر دیا -

مخر زاری نے دو وجہ او ر لکھی ہے جو سمجھے ہو کہ علماء نے سورہ انفال کو دو جواب موالات

مومنین پر ختم کیا اور اس امر پر کہ مومنین کو لازم ہے کفار سے جدا رہیں۔ پھر اسکی تصریح کی کہ خدا نے سورہ برات میں اونکی تاکید ہے لہذا فاصل ہونا ضرور ہے۔ تو فصل اسلئے کیا گیا کہ معلوم ہو یہ دو سورے علحدہ ہیں اور بسم اللہ اسلئے نہ لکھا گیا کہ معلوم ہو یہ معنی عین معنی اول ہے (مگر اسکا مطلب اور تیسری وجہ کا مطلب ایک ہی ہے جسکی سند نہ حدیث سے دی گئی ہے نہ کسی قول سے)

پانچویں وجہ یہ بیان کی کہ جناب امیر نے فرمایا یہ سورہ بسیف نازل ہوا۔

چھٹی وجہ یہ ہو کہ خدا کو معلوم تھا کہ لوگ اسمین نزاع کرینگے کہ بسم اللہ جزو قرآن ہے لہذا حکم دیا کہ یہاں نہ لکھا جائے تاکہ معلوم ہو وہ ہر سورہ کا جزو ہے اور چونکہ اس سورہ کا جزو ہی نہیں ہو لہذا نہیں لکھا گیا۔

مگر یہ سب وجہیں ایسی ہیں کہ جہانتک انپر مضحکہ کیا جائے کم ہے کیونکہ جب دعوی یہ ہے کہ قرآن کو حضرت نے مرتب کیا تو ہر دعوی کیلئے دلیل ضرور ہے حدیث سے اثبات کرنا چاہیئے نہ اپنے قیاس و راے سے۔

غرض جس وجہ کو اڈیٹر صاحب نے اپنی گلو خلاصی کے لئے **الزام تحریف** سے پیش کیا تھا اوسکی حالت تو آپکو بخوبی معلوم ہوئی کہ اوس سے صریحی لزوم تحریف نمایاں ہے جسکا کوئی دفیعہ نہیں ہو سکتا۔ تو اب اڈیٹر صاحب غور کریں کہانتک وہ ہمارے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں

نظر اجمالی تمامی قرآن پر۔ یہانتک تو صرف سورہ انفال و سورہ برات کے متعلق بحث تھی جن دونوں سورون کی نسبت دعوی کیا تھا کہ صحابہ نے ان دونوں سورون کو ترتیب دیا۔

ایک نظر اجمالی پورے قرآن پر ڈالنا چاہیئے کہ مذاق اہلسنت پر اسکی کیا حالت ہوتی ہو اور کیا کوئی فہمیدہ شخص اسکے بعد دعوی کر سکتا ہے کہ رسول اللہ نے اس حیثیت سے قرآن کو ترتیب دیا ہو۔ حالانکہ ہم مکرر لکھ آئے ہیں کہ آجتک ایک روایت بھی اہلسنت کے یہاں ایسی نہ ملی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ نوشتہ حضرت کا یا حضرت کا لکھوایا ہوا بوقت جمع قرآن

کسی صحابہ کو ملا ہو۔

علامہ سیوطی اتقان مین لکھتے ہین سورۃ الفاتحۃ۔ وفیہا قول رابع انہا نزلت نصفین نصفاً بمکۃ ونصفہا بالمدینۃ حکاہ ابو اللیث السمرقندی صلا

یعنی سورہ فاتحہ مین چار قول ہے (۱) مکہ مین نازل ہوا (۲) مدینہ مین نازل ہوا (۳) ایکدفعہ مکہ مین پہر مدینہ مین نازل ہوا (۴) آدھا مکہ مین نازل ہوا آدھا مدینہ مین

مجاہد کا قول ہے کہ مدینہ مین نازل ہوا قال الحسین بن الفضل ھفوۃ من مجاھد لان العلماء علی خلاف قولہ

یعنی حسین بن فضل کہتے ہین یہ ایک لغوبات نکل گئی ہے مجاہد سے کیونکہ تمامی علما اسکے خلاف ہین

سورہ بقرہ سیوطی لکھتے ہین استثنی منہا آیتان فاعفوا واصفحوا + لیس علیک ھداھم۔

یعنی سورہ بقرہ پورا سورہ مدنی ہے مگر دو آیہ اس سے مستثنی ہین آیہ فاعفوا واصفحوا لیس علیک ھداھم۔

سورہ نسا زعم النحاس انہا مکیۃ مستنداً الی قولہ ان اللہ یامرکم الایۃ نزلت بمکۃ اتفاقاً فی شان مفتاح الکعبۃ۔

یعنی امام نحاس اسکو مکی کہتے ہین کیونکہ آیہ ان اللہ یامرکم یہ اتفاق دربارہ کلید خانہ کعبہ نازل ہوا جس سے کم سے کم یہ تو ضرور ہوگا کہ یہ آیہ مکی ہے جو سورہ نسا مین داخل کیا گیا جو سورہ مدینہ کا ہی جسکی دلیل وہ یہ دیتے ہین ما اخرجہ البخاری عن عائشۃ ما نزلت سورۃ البقرۃ والنساء الا وانا عندہ ودخولہا علیہ کان بعد الھجرۃ اتفاقاً وقیل نزلت علیہ عند الھجرۃ کہ بخاری نے عائشہ سے روایت کیا ہے کہ سورہ بقرہ وسورہ نسا اوسوقت نازل ہوا کہ ہم حضرت کے پاس آچکے تھے۔ اور داخلہ عائشہ بعد ہجرت اتفاقی ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ سورہ مدنی ہے۔

یہ سورہ دوسو چہیاسی یا ستاسی آیہ کا سورہ ہے جسکے نسبت تمام علما کا اتفاق ہے کہ مدینہ مین نازل ہوا تفسیر درمنثور مین ہے سئل ربیعہ وانا حاضر لم قدمت البقرۃ وآل عمران

وقد نزل قبلہما نیف وثمانون سورۃ بمکۃ فقال یعلم من قدمھما بتقدمتہما فھذا ما ینتفی الیہ ولا یسئل عنہ ص۲۱

یعنی ربیعہ سے سوال کیا گیا کہ سورہ بقرہ و آل عمران کیون مقدم کیا گیا۔ حالانکہ اسکے پہلے کچھ اوپر اسی سورے مکہ مین نازل ہوے۔ تو کہا اسکو جن لوگون نے مقدم کیا وہ اسکی وجہ جانتے ہین پوچھنے کی بات نہین ہے۔

سبحان اللہ کیا جواب ہے کہ اسکو نہ پوچھو۔ حالانکہ بدیہی بات کہ اہل مدینہ اکثر یہود تھے جو مسلمان ہوے دل سے محبت گوسالہ پرستی کی گئی نہ تھی۔ اسی وجہ سے سورہ بقرہ کو پہلے لکھا ورنہ تمام عالم کو معلوم ہے جناب امیرؑ کا جمع کیا ہوا قرآن مطابق تنزیل تھا یعنی جس جس طرح نازل ہوتا تھا لکھا جاتا تھا سب سے پہلے سورہ سورہ اقرأ تھا جیسا کہ مکرر مذکور ہوا۔

لہذا معلوم ہوا کہ تقدیم اس سورہ کی وجہ وہی محبت گوسالہ پرستی ہے جسکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت نے اس کا نام سورہ بقرہ کہنا منع کیا ہے مگر اہلسنت بقرہ ہی کہتے ہین

عن انس قال قال رسول اللہ لا تقولوا سورۃ البقرہ ولا سورۃ آل عمران ولا سورۃ النسا وکذلک القرآن کلہ ولکن قولوا السورۃ التی یذکر فیہا البقرہ بسند صحیح عن ابن عمر قال لا تقولوا سورۃ البقرہ ولکن قولوا السورۃ التی یذکر فیہا البقرہ۔ درمنثور ص۱۸

یعنی انس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا سورہ بقرہ سورہ آل عمران سورہ نسا اور کل قرآن نہ کہا کرو بلکہ کہو وہ سورہ جس مین یہ باتین مذکور ہین۔ اور بسند صحیح ابن عمر سے مروی ہے کہ کہا سورہ بقرہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ جس سورہ مین بقرہ کا ذکر ہے۔

تو باوصف ممانعت صریح رسول اللہؐ اسکو سورہ بقرہ کہنا صاف بتا رہا ہے کہ اوسی محبت گوسالہ پرستی کا یہ اثر ہے۔

حالانکہ خود خدا نے اس سورہ کا نام رکھدیا ہے عن زید بن اسلم قال الم ونحوھا اسماء السور ص۲۳

یعنی الم وغیرہ خود نام ہین سورون کے۔ مگر وہ اصلی نام چھوڑ دیا گیا اور سورہ بقرہ مشہور کیا گیا

ہم جہانتک سمجھتے ہین یہ تغیر و تبدل عہد حضرت عثمان مین ہوا کیونکہ اونکو یہودیت سے ایسا خلوص تھا کہ خود توراۃ کا ترجمہ عربی مین کیا تھا۔ اور زید بن ثابت اسکے کاتب تھے جنکو ابن مسعود بچہ کا فر کہتے تھے۔

تعلیم عمر عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرہ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمہا نحر جزور ص۱۳۱

یعنی ابن لکھتے ہیں کہ عمر نے بارہ برس مین قرآن کو پڑھا تھا جب تمام کیا تو کئی ر اشتر نی کیا۔

مگر افسوس یہ نہ معلوم ہوا کہ اونہون نے بارہ برس تک جو اسکی تعلیم حاصل کی کس سے کیونکہ رسول اللہ تو خود مدینہ مین دس برس رہے اگر اول سال بھی نزول اس کا مانا جائے تو باقی دو برس کس سے تعلیم لی۔ کیونکہ خود معلم الملکوت تھے انکا علم ہوسکتا ہے ہان اسقدر تو بالیقین ثابت ہے جیساکہ اسباب النزول سیوطی مین ہے ان عمر کان یاتی الیہود فیسمع منہم التوراۃ ص۱۵۔

کہ عمر صاحب یہود سے جاکر توراۃ سنا کرتے تھے۔ لہذا ممکن ہے وہی اونکے معلم ہون

تعلیم ابن عمر۔ مگر یہ عجب قدرت خدا ہے کہ عمر صاحب نے تو بارہ برس مین پڑھا تھا مگر اونکے بیٹے نے ۸ برس مین ہی یا چار برس مین جیساکہ اوسی درمنثور مین ہے ان عبد اللہ بن عمر مکث علی سورۃ البقرہ ثمانی سنین متعلمہا × عن میمون ابن عمر تعلم سورۃ البقرہ فی اربع سنین۔ یعنی بروایت مالک ابن عمر نے ۸ برس مین اسکی تعلیم حاصل کی اور بروایت میمون چار برس مین ــ ببین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

اب حضرات اہلسنت غور کرین کہ اس زمانہ کے اندھے حافظ خلیفہ دوم سے بڑھکر ہین یا نہین کیونکہ عمر صاحب نے بارہ برس مین صرف ناظرہ پڑھا تھا کیونکہ کوئی شخص اس کا مدعی نہین ہے کہ وہ حافظ بھی تھے بخلاف اس زمانہ کے اندھے سنیون کے جو دو تین برس مین پورا قرآن یاد کرکے تراویح کمانے لگتے ہین۔

اب آئیے اون آیات کو دیکھیے جنہین سیوطی نے نزول مدینہ منورہ سے مستثنی کیا ہے

جسمین پہلا آیہ فاعفوا واصفحوا ہے جو شمار مین آیہ ۱۰۹ ہے۔
دوسرا آیہ لیس علیک ھداھم ہے جو شمار مین ۲۷۲ پڑا ہے۔
آیہ اول کی تفسیر مین ہے عن مجاھد قال سالت قریش محمداً ان یجعل لھم الصفا ذھباً فقال نعم وھو کالمائدۃ لبنی اسرائیل ان کفرتم فابوا ورجعوا فانزل اللہ ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسی من قبل ان یریھم اللہ جھرۃ ص۱۰۸
یعنی قریش نے حضرت سے کہا کہ کوہ صفا کو طلا کر دو تو حضرت نے فرمایا ہان مگر وہ مثل مائدہ بنی اسرائیل ہوگا اگر اسکے بعد کفر کروگے اس سے وہ پھر گئے تو خدا نے اس آیہ کو نازل کیا۔
اسباب النزول سیوطی مین بھی یہی روایت ہے۔ برحاشیہ جلالین ۱۸
دوسرا آیہ لیس علیک ھداھم ہے جسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ صحابہ کو اپنے نسب مین مشرکین سے استکراہ تھا اسوجہ سے یہ آیہ نازل ہوا ص۳۵۷ درمنثور سیوطی
سورہ انعام فقال سالت ابن عباس عن ذلک فقال سورۃ الانعام نزلت بمکۃ جملۃ واحدۃ فھی مکیۃ الا ثلاث آیات منھا نزلن بالمدینۃ قل تعالوا اتل الی تمام الآیات الثلاث ص۹
یعنی ابن عباس کہتے ہین سورہ انعام ایک دفعہ پورا سورہ مکہ مین نازل ہوا تو یہ سورہ مکی ہے۔ مگر آخری تین آیہ قل تعالوا کہ یہ تین آیہ مدنی ہین۔
مگر دوسری فصل مین لکھتے ہین قال البیھقی فی الدلائل فی بعض السور التی نزلت بمکۃ آیات نزلت بالمدینۃ فالحقت بھا وکذا قال ابن الحصار کل نوع من المکی والمدنی منہ آیات مستثناہ ص۱۲
یعنی جو سورے مکہ مین نازل ہوئی اور ان مین مدینہ کی آیتین ملادی گئین اور بقول ابن حصار مکی مدنی آیتون مین استثنا ضرور ہے۔ اسی فصل مین لکھتے ہین۔
الانعام قال ابن الحصار استثنی منھا تسع آیات ولا یصح بہ نقل خصوصاً مع ما

قد ورد انها نزلت جملة قلت قد صح النقل عن ابن عباس باستثناء قل تعالوا الايات الثلاث كما تقدم والبواقی ما قدروا الله حق قدره لما اخرجه ابن ابی حاتم انها نزلت فی مالك بن الصيف وقوله ومن اظلم ممن افتری علی الله كذبا الایتین نزلتا فی مسیلمه وقوله الذین اتینا هم الکتاب یعرفونه وقوله والذین اتیناهم الکتاب یعلمون انه منزل من ربك بالحق واخرج ابوالشیخ عن الکلبی قال نزلت الانعام کلها بمكة الا ایتین نزلتا بالمدینة فی رجل من الیهود وهو الذی قال ما انزل الله علی بشر من شئ وقال الفریابی حدثنا سفیان عن لیث عن بشر قال الانعام ملكية الا قل تعالوا انت والایة التی بعدها صـ۱۵

یعنی ابن حصار نے سورہ انعام سے نو آیہ کو مستثنےٰ کیا ہے کہ یہ مکی نہیں ہیں اسکے بعد کہا کہ مگر نقل صحیح اسکے بارہ مین نہیں ہے حالانکہ حدیث میں ہے کہ یہ سورہ ایکدفعہ مکہ مین نازل ہوا سیوطی کہتے ہین کہ تین آیتون کے بارہ مین تو حدیث صحیح ابن عباس سے وارد ہے اور آیہ ماقدروا اللہ حق قدرہ کے بارہ مین ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ مالک بن صیف کے بارے مین نازل ہوا۔

اور آیہ ومن اظلم ممن افتری دو آیہ مسیلمہ کے بارہ مین نازل ہوا اور آیہ والذین اتیناھم الکتاب یعرفونہ اور آیہ والذین اتیناھم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربك بالحق کے بارہ مین ابوالشیخ کی روایت ہے کہ ایک یہود کے بارہ مین نازل ہوا فریابی لکھتے ہین کہ سورہ انعام مکی ہے مگر آیہ قل تعالوا

تفسیر جلالین مین ہے سورة الانعام مكية الا وماقدروا الله الايات الثلث والا قل تعالوا الايات الثلث صـ۶۹

اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ نو آیتین مدینہ کی اس سورہ مین داخل کر دی گئین جو پورا سورہ ایکدفعہ مکہ مین نازل ہوا تھا۔

سورہ انعام ایکسو پینسٹھ ۱۶۵ آیہ کا سورہ ہے جسمین آیہ قل تعالوا اتل صـ۱۵۱ ہے جو آیہ وان

ھذا صراطی مستقیما پر تمام ہوا جسکا ۱۵۳ ہے اوسکے بعد بارہ آیتین رہتی ہین -
آیہ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا دو آیہ جو دربارہ مسیلمہ ہے اوسکا ۹۳ ہے -
آیہ وما قدروا اللہ حق قدرہ کا ۹۱ ہے -
آیہ والذین اٰتینٰھم الکتاب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق کا ۱۱۴ ہے -
ان تحقیقات سے آپکو اچھی طرح اسکی تصدیق ہوگئی کہ قرآن اِس طرح جمع کیا گیا ہے کہ در مسجد پر بیٹھکر ہر آیند و روندسے پوچھ پوچھ کر لکھا کرتے جسکا لازمی نتیجہ یہی ہے -
سورۃ اعراف عن قتادہ قال الاعراف مکیۃ الا ایۃ واسئلھم عن القریۃ وقال غیرہ من ھنا الی واذ اخذ ربک من بنی اٰدم مدنی صـ۱۵ اتقان
جلالین مین ہے سورۃ الاعراف مکیۃ الا واسئلھم عن القریۃ الثمان او الخمس ایات صـ۱۳۰
یعنی سورہ اعراف مکی ہے مگر آیہ واسئلھم عن القریۃ - بعض لوگ لکھتے ہین کہ آیہ واذ اخذ ربک تک مدنی ہے اور حسب روایت تفسیر جلالین آٹھ یا پانچ آیتین مدنی ہین -
سورہ اعراف ۲۰۶ آیتین ہین - آیہ واسئلھم عن القریۃ کا ۱۶۳ ہے - اور آیہ واذ اخذ ربک کا ۱۷۲ جہانتک مدنی آیتین ختم ہوین - ذرہ غور کرکے پڑھو تو پورا لطف آئے -
سورہ انفال اور سورہ برات کا حال پہلے مذکور ہو چکا جسپر اتفاق اہلسنت ہے کہ بترتیب صحابہ جمع کی گئی -
سورہ یونس جلالین مین ہے سورہ یونس مکیۃ الا فان کنت فی شک الاٰیتین او الثلاث ومنھم من یومن بہ الایہ صـ۱۰۵
یعنی یہ پورا سورہ یونس مکی ہے مگر آیہ فان کنت فی شک دو یا تین آیہ - اور آیہ منھم من یومن بہ کہ یہ آیتین مدنی ہین
اتقان مین ہے من اولھا الی راس اربعین مکی والباقی مدنی حکاہ ابن الفرس

یعنی پہلی آیہ سے چالیسوین آیہ تک تو مکی ہے اور باقی مدنی ہے۔
سورہ یونس کل ایک سو نو یا ایک سو دس آیہ ہے۔آیہ فان کنت فی شک کا ۹۴ ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ کیونکر جوڑ لگا یا گیا ہے۔
سورہ ہود استثنی منہا ثلاث آیات فلعلک تارک ۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ ۔ اقم الصلوۃ طرفی النہار قلت دلیل الثالثۃ ماصح من عدۃ طرق انہا نزلت بالمدینۃ فی حق ابی البشیر ص۱۵
سورہ ہود بھی مکی ہے ۱۲۳ آیہ ہے مگر تین آیتین مستثنی ہین ۱۲ فلعلک تارک بعض مایوحی الیک ۱۷ افمن کان علی بینۃ ۱۱۴ اقم الصلوۃ طرفی النہار سیوطی لکھتے ہین اس تیسری آیہ کی دلیل یہ ہے کہ بطرق صحیحہ ثابت ہے کہ ابی البشیر کے بارہ مین یہ آیہ نازل ہوا جسکا قصہ اسباب النزول مین یہ لکھا ہے کہ ابی البشیر نے ایک عورت سے کچھ شرارت کی تھی بوسہ لیا تھا جب اسپر ندامت حضرت کے سامنے ظاہر کی تو یہ آیہ نازل ہوا ص۱۳۵ برحاشیہ جلالین۔
تفسیر جلالین مین آیہ واولئک یومنون بہ کو بھی مکی ہونے سے مستثنے کیا ہے یہ وہی آیہ ۱۷ ہے۔
سورہ یوسف استثنی منہا ثلاث آیات من اولہا حکاہا ابو حیان وھو واہ جدا لایلتفت الیہ یعنی سورہ یوسف سے بھی تین آیتین مستثنی کی گئی ہین یہ قول ابو حیان ہے مگر سیوطی اوسکو واہی لکھتے ہین لیکن بلا دلیل۔
سورہ رعد مشہور ہے کہ مکی ہے اخرج ابو الشیخ عن قتادہ قال سورۃ الرعد الا ایہ قولہ ولا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعہ وعلی القول بانہا مکیۃ یستثنی قولہ اللہ یعلم الی قولہ شدید المحال کما تقدم والایہ اخرہا فقد اخرج ابن مردویہ عن جندب قال جاء عبد اللہ بن سلام حتی اخذ بعضادتی باب المسجد قال انشدکم باللہ ای قوم تعلمون انی الذی

انزل فیہ ومن عندہ علم الکتاب قالوا اللّٰھم نعم ۵۱

یعنی ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ مدنی ہے۔ مگر آیہ ولا یزال الذین کفروا ۳۱ اور جو لوگ اسکو مکی کہتے ہیں وہ آیہ اللہ یعلم ۸ لغایت ۱۳ کو مدنی لکھتے ہیں۔ اور بروایت تفسیر جلالین آیہ ولو ان قرانا سیرت ۳۱۔ ۳۲ بھی مکی ہے۔ اور آیہ ویقول الذین کفروا جو آخری آیہ ۴۳ ہے وہ مدنی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن سلام نے تمامی صحابہ کو قسم دیکر پوچھا تھا کہ یہ آیہ جسکا آخر وعند علم الکتاب ہے ہمارے بارہ میں نازل ہوا سب نے کہا ہاں۔

مگر افسوس خود سیوطی صفحہ ۱۳ میں لکھ چکے ہیں عن ابی بشر قال سالت سعید بن جبیر عن قولہ ومن عندہ علم الکتاب اھو عبد اللہ بن سلام فقال کیف وھذہ السورۃ مکیۃ۔

یعنی ابو بشر نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آیہ ومن عندہ علم الکتاب کیا عبد اللہ بن سلام کے بارہ میں نازل ہوا تھا کہا کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے۔ اور اسلام عبد اللہ بن سلام بعد ہجرت مدینہ منورہ ہے۔

سورہ ابراہیم عن قتادۃ قال سورۃ ابراھیم مکیۃ غیر آیتین مدنیتین الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الی فبئس القرار ۱۵ا۔

یعنی قتادہ لکھتے ہیں کہ یہ سورہ ابراہیم مکی ہے مگر دو آیتیں مدنی ہیں الم تر الی الذین تا بہ فبئس القرار ۲۸۔ ۲۹

تفسیر جلالین میں بھی ان آیتوں کو مدنی لکھا ہے ۱۲۶

سورہ حجر استثنی بعضہم منہا ولقد اتیناک سبعا الایہ قلت وینبغی استثناء ولقد علمنا المستقدمین الایہ لما اخرجہ الترمذی وغیرہ فی سبب نزولہا وانہا فی صفوف الصلٰوۃ

یعنی سورہ حجر بھی مکی ہے مگر آیہ لقد اتیناک سبعا من المثانی ۸۷ مستثنے ہے سیوطی لکھتے ہیں کہ آیہ لقد علمنا المستقدمین ۲۴ بھی مدنی ہے کیونکہ ترمذی وغیرہ نے

اسکو صفوف نماز مین روایت کیا ہے۔

اسباب النزول مین ہے روی الترمذی والنسائی والحاکم وغیرهم عن ابن عباس قال کانت امرءة تصلی خلف رسول اللہ ص حسناء من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لئلا یراها ویستاخر بعضهم حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیه فانزل اللہ ولقد علمنا المستاخرین ص۱۷۲

یعنی ترمذی۔ نسائی۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے ایک عورت تھی نہایت حسین وجمیل جو حضرت کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تو کچھ صحابہ پہلی صف مین ہو جاتے کہ اوسپر نظر نہ پڑے اور کچھ لوگ پیچھے رہتے تھے کہ حالت رکوع مین بغل کے نیچے سے اوسکو دیکھا کرتے اسپر خدا نے یہ آیہ نازل کیا۔

کیا خوش قسمت ہین اہلسنت کہ ایسے ایسے صحابہ اونکے مقتداے دین ہین جو رسول اللہ ص کے پیچھے نماز پڑھتے ہین اور عشق بازی کر رہے ہین۔ خداوندا انکے شر سے مسلمانون کو نجات دے۔

سورہ نحل تقدم عن ابن عباس انه ایتین اخرها وسیاتی فی السفر ما یوبده واخرج ابو الشیخ عن الشعبی قال نزلت النحل کلها بمکة الا هولاء الایات وان عاقبتم الی اخرها واخرج عن قتادہ قال سورة النحل من قوله والذین هاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا الی اخرها مدنی وما قبلها مکی الی اخر السورة مکی وسیاتی فی اول ما نزل عن جابر بن زید ان النحل نزل منها بمکة اربعون وباقیها بالمدینة ویرد ذلک ما اخرجه احمد عن عثمان بن ابی العاص فی نزول ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وسیاتی فی

نوع الترتیب ص۱۶

یعنی سورہ نحل (۱۲۸) آیہ ہے ابن عباس سے پہلے منقول ہو چکا ہے کہ تین ہیتین سکی مستثنے

سے والنحل سوی ثلاث ایات من اخرها فانهن نزلت بین مکة والمدینة منصرفه احد ۱۲ منه

ہین ۔ اور نوع سفر مین بھی اسکا ذکر آئیگا جو اسکا موید ہے ۔ ابو الشیخ روایت کرتے ہین سعی سے کہ پورا سورہ نحل مکہ مین نازل ہوا مگر آیات وان عاقبتم ۔ قتادہ لکھتے ہین کہ سورہ نحل آیہ والذین ھاجروا سے آخر تک مدنی ہے اور اوسکے قبل آخر سورہ تک مکی ہے ۔ اور جابر بن زید سے روایت ہے کہ سورہ نحل کا چالیس آیہ مکہ مین نازل ہوا اور باقی مدینہ مین ۔ مگر اسکو رد کرتی ہے روایت احمد دربارہ آیہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آیہ وان عاقبتم ۱۲۵ ہے لغایت ۱۲۸ جو مدینہ کی آیتین ہین اور داخل مکی سورہ کی گئین اور آیہ والذین ھاجروا ۱۱۲ ہے جسکے نسبت لکھا گیا کہ یہان سے سب مدنی ہین ۔

جس روایت کو سیوطی صاحب اسکے رد مین لاتے ہین کہ حدیث عثمان بن ابی العاص اسکو رد کرتی ہے وہ حسب ذیل ہے ص۲۲ ما اخرجہ احمد باسناد حسن عن عثمان بن ابی العاص قال کنت جالسا عند رسول اللہ ؐ اذ شخص بصرہ ثم صوبہ ثم قال اتانی جبرئیل فامرنی ان اضع ھذہ الایہ ھذا الموضع من ھذہ السورۃ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی الی آخرھا ۔

یعنی عثمان بن ابی العاص لکھا ہے ہم حضرت کے پاس حاضر تھے کہ حضرت نے آسمان کی طرف نگاہ اوٹھایا اور فرمایا کہ جبرئیل نے ہمکو حکم دیا ہے کہ اس آیہ کو اس موضع پر اس سورہ مین رکھین ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ۔

اس حدیث سے سیوطی نے اسی کا ابطال چاہا ہے کہ آیہ والذین ھاجروا سے آخر تک پورا مدنی نہین ہے اس بنا پر کہ اگر مدنی ہوتا تو حضرت یہ کیون فرماتے یہ آیہ ۹۰ ہے مگر ہم نہین سمجھتے کہ اس سے وہ دعوی کہ ۱۱۲ سے کل مدنی ہین ۔ کیونکر باطل ہو الیکن یہ تعین ہو سکتا کہ مدنی آیتون مین حضرت نے بحکم جبرئیل

اور بالفرض تسلیم اس سے ترتیب رسول کے مطابق ہونا اس قرآن کا کیونکر معلوم ہوا کیونکہ صدہا روایتین خود سیوطی نے اسکی لکھی ہین کہ جمع قرآن اسی طرح ہوا کہ جو صحابی کوئی آیہ لایا اوسپر دو گواہ لیکر لکھ لیا گیا تو اس مین ترتیب رسول اللہ کہان باقی رہ سکتی ہے ۔

سورہ اسرا جسکے معنی ہین سورہ معراج مگر اہلسنت نے نہین بلکہ اون یہودی بچون نے

جو اسکے کاتب تھے سورہ بنی اسرائیل نام رکھا۔ حالانکہ بنی اسرائیل کا ذکر بہت سے سورون مین موجود ہے مگر صرف اسی سورہ کو بنی اسرائیل لکھنا اسی غرض سے ہے کہ معراج سے غفلت رہے۔

یہ سورہ بھی مکی ہے مگر سیوطی لکھتے ہین استثنی منہا ویسئلونک عن الایہ لما اخرج البخاری عن ابن مسعود انہا نزلت بالمدینۃ فی جواب سوال الیہود من الروح واستثنی منہا ایضاً وان کادو لیفتنونک الی قولہ ان الباطل کان زھوقاً وقولہ لئن اجتمعت الانس والجن الایہ۔ وقولہ وما جعلنا الرویا الایہ وقولہ ان الذین اوتوا العلم من قبلہ لما اخرجناہ فی اسباب النزول ص۱۲

یہ سورہ ایک سو گیارہ آیہ کا ہے۔ ایہ یسئلونک عن الروح کو لکھتے ہین کہ مدنی ہے ۸۵ کیونکہ بخاری نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ یہ آیہ مدینہ مین نازل ہوا بجواب یہود۔

آیہ وان کادو لیفتنونک ۷۳ تا ۸۰ بھی مدنی ہے۔

آیہ وما جعلنا الرویا التی ارینٰک منہ بھی مدنی ہے۔

آیہ قل امنوا بہ اولا تومنوا ان الذین اوتوا العلم ۱۰۷ مدنی ہے جیسا کہ ہمنے اسباب النزول مین لکھا ہے۔

آیہ ۶۰ وما جعلنا الرویا التی اریناک یعنی جو خواب ہمنے تمکو دکھایا وہ بلا ہے آدمیون کے لئے اور شجرہ ملعونہ ہے قرآن مین اور ہم انکو ڈراتے ہین تو اون کی سرکشی مین زیادتی ہوتی ہے۔

اس آیہ پر تو گویا تمامی مفسرین کا اتفاق ہے کہ دربارہ بنی امیہ نازل ہوا کہ خدا نے اونکو شجرہ ملعونہ فرمایا ہے ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ص۱۹۱ جلد ۴

عن سعید بن المسیب رض قال رای رسول اللہ ﷺ بنی امیہ علی المنابر فساءہ ذلک فاوحی اللہ الیہ انما ھی دنیا اعطوھا فقرت عینہ وھی قولہ وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی بلاء للناس

یعنی حضرت نے خواب مین بنی امیہ کو منبروں پر چڑھتے دیکھا جس سے حضرت کو بہت رنج ہوا اوسپر خدانے وحی کی کہ یہ دنیا ہے جو اونہین ملیگی اوسکے بعد یہ آیہ نازل ہوا۔ مزید تفصیل کے لئے مناظرہ احمدیہ حصہ دوم ملاحظہ ہو

تفسیر کبیر مین ہے قال ابن عباس الشجرۃ الملعونہ بنو امیہ یعنی الحکم بن ابی العاص قال و رای رسول اللہ فی المنام ان ولد مروان یتداولون منبرہ فقص رویاہ علی ابی بکر وعمر وقد خلا فی بیتہ معہما فلما تفرقوا سمع رسول الحکم یخبر برویا رسول اللہ ص فاشتد ذلک علیہ واتہم عمر فی افشاء سرہ ثم ظہر ان الحکم کان سمع الیہم فنفاہ رسول اللہ ص قال الواحدی ہذہ القصہ کانت بالمدینۃ والسورۃ مکیہ فیبعد ہذا التفسیر الا ان یقال ہذہ الآیۃ مدنیۃ ولم یقل بہ احد دمما یوکد ہذا التاویل قول عائشہ لمروان لعن اللہ اباک وانت فی صلبہ فانت بعض من لعنہ اللہ صـ۲۱ جلد ۵

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ مراد شجرہ ملعونہ سے بنی امیہ ہین حضرت نے خواب مین دیکھا کہ اولاد مروان بن الحکم منبروں پر چڑہ رہی ہین حضرت نے اس خواب کو تخلیہ مین ابی بکر و عمر سے بیان کیا جب مجمع برخواست ہوا تو حضرت نے سنا کہ حکم۔ آپکے خواب کو لوگون سے بیان کرتا ہے۔ جو حضرت پر نہایت سخت گذرا اور حضرت نے عمر پر اسکا خیال کیا کہ اوسی نے حضرت کے راز کو فاش کیا ہے اوسکے بعد ظاہر ہوا کہ حکم کھڑا سن رہا تھا تو حضرت نے اوسکو نکلوا دیا۔

واحدی لکھتے ہین کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور سورہ یہ مکی ہے تو یہ تفسیر مستبعد معلوم ہوتی ہے مگر یہ کہ کہا جائے کہ یہ آیہ مدنی ہے۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین۔

فخر رازی لکھتے ہین کہ اس تاویل کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عائشہ نے مروان سے کہا کہ خدانے تیرے باپ پر لعنت کی جبکہ تو اوسکے صلب مین تھا لہذا تو ایک جزو ہے لعنت خدا سے۔

الحمد للہ کہ اس روایت نے بدیہی طور پر بتادیا کہ رسول اللہ ص عمر صاحب کو اپنے راز کا

راز عمر ... رسول اللہ

فاش کرنے والا جانتے تھے کہ عمر ہی نے اس خواب کا حال حکم سے بیان کیا۔ جس کو یہ شخص بہ لفظ اتھم کہہ رہا ہے کہ معاذ اللہ حضرت نے عمر پر اسکی تہمت لگائی۔ حالانکہ باتفاق اہل اسلام ثابت ہے کہ نہ رسول اللہ کسی پر تہمت لگاتے ہین نہ حضرت کا کوئی وہم وگمان خطا کرتا ہے لہذا بالیقین معلوم ہوا کہ حضرت کے خیال مین عمر صاحب خائن تھے جیسا کہ خدا فرماتا ہے علم اللہ انکو کنتم تختانون پس خیانت عمر بعض رسول اللہ بھی ثابت ہوئی۔

رہا واحدی کا یہ اعتراض کہ سورہ مکی ہے اور قصہ مدینہ کا ہے تو اگرچہ اسکا جواب خود فخر رازی نے دیدیا ہے کہ عائشہ کا مروان سے اس طرح کلام کرنا بھی اسکا موید ہے جسکے بعد کسی جواب کی حاجت نہین رہتی۔ مگر تصریح سیوطی سے اتنو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خود اس آیہ کو علمائے اہلسنت نے مدنی کہا ہے لہذا قول واحدی کو بقول یہ احد غلط ہوا اور اس تفسیر کی صحت ثابت ہوئی والحمد للہ

اگر فخر رازی یا واحدی کو کچھ قرآن کی محبت ہوتی تو وہ یہ تاویل کر سکتے تھے کہ روایت کا آخری حصہ فظہر ان الحکم کان یتسمع الیہم فنفاہ رسول اللہ راوی کا یا اضافہ ہے یا روایت بالمعنی ہے۔ کیونکہ راوی نے چاہا تھا کہ عمر صاحب کو الزام خیانت سے بچا لیں اوس نے وضع کردیا فنفاہ رسول اللہ

کہ حضرت نے حکم کو نکلوا دیا حالانکہ اصلی روایت اسیقدر ہے کہ حضرت نے اس خواب کو بیان کیا اور عمر نے اس راز کو فاش کیا۔ حکم کا سننا اور نکالا جانا اسکے بعد غلط ہے کیونکہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور حضرت کا خواب دیکھنا اور شیخین سے بیان کرنا اور عمر صاحب کا اوس سے مطلع کرنا یہ سب واقعہ مکہ ہے۔

آیہ ۶۰ سے لغایت ۸۱ وان کادوا لیفتنونک کے متعلق تفسیر رازی مین ہے۔

واعلموا ان ہذہ القصۃ انما وقعت بالمدینۃ فلہذا السبب قالوا ان ہذہ الایات مدنیہ ص۶۲۵ جلد۵

یعنی یہ قصہ چونکہ مدینہ مین واقع ہوا لہذا قائل ہوئے کہ یہ آیات مدنی ہین۔

آیہ ۷۶ وان کادوا لیستفزونک یعنی قریب تھا کہ وہ لوگ تمکو زمین سے بہلا دین تاکہ

[illegible]

تمھیں وہان سے جلاوطن کردین اور اوسوقت تمھارے پیچھے وہ بھی نہ رہیگی مگر بہت کم۔
اسکی تفسیر مین سیوطی نے یہ روایت لکھی ہے کہ یہود نے حضرت سے یہ کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہین
تو ملک شام چلے جائیے کہ وہ زمین انبیا کی ہے اور وہی زمین محشر ہے۔حضرت نے اسی لئے
غزوہ تبوک کا قصد کیا فغزا غزوۃ تبوک ولا یرید الا الشام ص۱۹۵ درمنثور جلد ۴
کہ مقصد آپکا صرف ملک شام مین جانا تھا نہ غزوہ وغیرہ فلما بلغ تبوک انزل اللہ علیہ ایات
من سورۃ بنی اسرائیل بعد ما ختمت السورۃ یعنی جب حضرت مقام تبوک مین پہونچ
گئے تو خدا نے ان آیات کو نازل کیا حالانکہ سورہ بنی اسرائیل تمام ہوچکا تھا۔اس روایت
کو کچھ اختلاف کے ساتھ تفسیر کبیر مین بھی لکھا ہے ص۶۲۵ جلد ۵ ؎
آیہ ۸۵ یسئلونک عن الروح کے بارہ مین تو صحیح بخاری ہی کی روایت ہے جو قرآن
سے برتر یا اوسکے ہمسر ہے۔
آیہ ۸۸ قل لئن اجتمعت الانس والجن کی یہ وجہ ہے کہ سلام بن مسلم وغیرہ نے کہا تھا
کہ قرآن مثل توراۃ منظم کیون نہیں ہے اسپر یہ آیہ نازل ہوا۔
سورہ کہف استثنی من اولہا الی جرزا وقولہ واصبر نفسک الآیۃ وان الذین امنوا
الی آخر السورۃ مدنی
یعنی سورہ کہف کا پہلا آیہ لغایت ۸ مدنی اور آیہ ان الذین امنوا سے آخر تک مدنی
ہے باقی سب مکی ہے۔
سورہ مریم ۹۸ آیہ ہے مکی ہے۔مگر آیہ سجدہ ۵۸ مستثنی ہے۔اسی طرح آیہ ۷۱ وان منکم
الا واردہا بھی مدنی ہے تفسیر جلالین مین فخلف من بعدہم خلف ۵۹ آیہ کو بھی
مستثنی لکھا ہے۔
سورہ طہ ۱۳۵ آیہ ہے مکی ہے مگر آیہ فاصبر علی ما یقولون ۱۳۰ مدنی ہے۔
سیوطی کی رائے مین آیہ فلا تمدن عینیک کو بھی مستثنی ہونا چاہیے کیونکہ ایک یہود
کی قصہ مین نازل ہوا۔
سورہ انبیا مین بھی آیہ افلا یرون انا نأتی الارض مدنی ہے۔

؎ تفصیل اسکی اصلاح ص۱۰ جلد ۲ مین ملاحظہ طالب ہو ۱۲

سورہ حج مین بھی مکی ہے مگر دو آیہ ومن الناس من لعنہ اللہ اور آیہ ھذان خصمان یھ آیہ مدنی ہے۔ جلالین صـ۲۶۲ جلد ۲

اتقان مین دس آیتون کو مدنی لکھا ہے۔ اور بعض لوگ پورے سورہ کو مدنی مانتے ہین مگر چار آیہ اور بعض مختلط مانتے ہین کہ مکی مدنی آیتین مخلوط ہین اور یہی قول جمہور ہے سورہ مومنون بھی مکی ہے مگر آیہ حتی اذا اخذنا مترفیھم تا بہ مبلسون مدنی ہے اتقان صـ۱۶

سورہ شعرا بھی مکی ہے مگر آیہ والشعراء یتبعھم الغاوٗن کو آخر تک مستثنی کیا ہے ۲۲۴ اسی طرح آیہ اولم یکن لھم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل بھی مدنی ہے۔

یہ سورہ وہی ہے جسمین آیہ وانذر عشیرتک الاقربین داخل کیا گیا ہے جو ابتدائے اعلان اسلام کا آیہ ہے اور بروایت صحیح بخاری ورھطک منھم المخلصین بھی اسکے ساتھ تھا جواب قرآن مین نہین ہے۔ اس آیہ کے نزول کے بعد حضرت نے نبوت کا عام اعلان کیا ہے اور جناب امیرؑ کے حق مین فرمایا ہے ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ جیسا کہ سابقًا مذکور ہوا ملاحظہ ہو الشمس ۱۰ جلد ۲ صفحہ ۸۸ الغایت ۲۲۱

اسی سورہ مین ہے وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یریک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین یعنی توکل کر عزیز رحیم پر جو تجھکو دیکھتا ہے جب تم اوٹھتے ہو اور سجدہ کرنے والون مین تمھارے پھرنے کو۔

جسکے نسبت سابقًا عرض کیا گیا کہ اس سے اسلام آبار رسول اللہؐ ثابت ہے جیسا کہ درمنثور سیوطی مین ہے عن ابن عباس فی قولہ وتقلبک فی الساجدین قال ما زال النبیؐ یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امہ صـ۹۸ جلد ۵

یعنی ہمیشہ آنحضرتؐ اصلاب انبیا مین رہے یہانتک کہ اپنی مادر گرامی سے متولد ہوے سورہ قصص مکی ہے مگر آیہ ان الذی فرض علیک القرآن اور آیہ الذین اتینا ھو الکتاب تا بہ نبتغی الجاھلین۔

سورہ عنکبوت مکی ہے مگر پہلی آیتین مدنی ہین تا بہ یعلمن المنافقین اور سیوطی آیہ کاین من دابۃ کو بھی مدنی لکھتے ہین سنہ
سورہ لقمان بھی مکی ہے مگر آیہ ولو ات مافی الارض تین آیہ مدنی ہے۔
سورہ سجدہ بھی مکی ہے مگر آیہ افمن کان مومنا ۱۸ لغایت ۲۰ مدنی ہے اسی طرح آیہ تتجافی جنوبھم ۱۶ بھی مدنی ہے۔

آیہ افمن کان مومنا کی وجہ اسباب النزول سیوطی مین یہ ہے قال الولید بن عقبہ بن ابی معیط لعلی بن ابیطالب انا احد منک سنانا وابسط منک لسانا واملأ للکتیبہ منک فقال لہ علی اسکت فانما انت فاسق فنزلت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن ص۳۴ جلد ثانی جلالین

یعنی عقبہ بن ابی معیط نے جو اخوان عثمان سے تھا حضرت علیؑ سے کہا ہمارا نیزہ تمسے تیز ہے اور ہماری زبان تمسے زیادہ دراز ہے اور ہم لشکر کو زیادہ طیار کرسکتے ہین حضرت علیؑ نے فرمایا چپ رہ کہ تو فاسق ہے اسپر یہ آیہ نازل ہوا کہ جو شخص مومن ہو اوسکے برابری فاسق کیونکر کرسکتا ہے۔

سورہ سبا بھی مکی ہے مگر آیہ ویری الذین اوتوا العلم مدنی ہے۔ جلالین ص۵۸
سورہ یسین بھی مکی ہے مگر آیہ انا نحن نحیی الموتیٰ اور آیہ اذا قیل لھم انفقوا مدنی ہے۔ جلالین ص۷۴

پورا آیہ یہ ہے ۱۲ انا نحن نحی الموتی ونکتب ماقدموا واثارھم وکل شیٔ احصینٰہ فی امام مبین یعنی بیشک ہم زندہ کرینگے مردون کو اور لکھینگے جو کچھ آگے کیا ہے اور نشانیان اون کی اور ہر شی کا ہی احصا کیا ہے کتاب مبین مین۔

سیوطی لکھتے ہین ترمذی۔ حاکم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ بنو سلمہ مدینہ کے نواحی مین رہتے تھے۔ اونہون نے قصد کیا کہ قریب مسجد چلے آئین تو یہ آیہ نازل ہوا جسپر حضرت نے فرمایا تمھارے آثار لکھے لئے گئے ہین۔ لہذا اونہون نے نقل و حرکت موقوف رکھا۔

علامہ ابن القیم شفاء العلیل میں لکھتے ہیں واحتج ارباب ھذا القول بما فی صحیح البخاری من حدیث ابی سعید الخدری قال کانت بنوسلمہ فی ناحیۃ المدینۃ فارادوا لتنقلہ الی قرب المسجد فنزلت ھذہ الایۃ انا نحن نحی الموتی ونکتب ماقدموا اثارھم فقال رسول اللہ یابنی سلمہ دیارکم تکتب اثارکم وقد روی مسلم فی صحیحہ نحوہ من حدیث جابر وانس وفی ھذا القول نظر فان سورۃ یس مکیۃ وقصۃ بنی سلمہ بالمدینۃ الا ان یقال ھذہ الایۃ وحدھا مدنیۃ منک

یعنی صحیح بخاری میں بروایت ابوسعید خدری اور صحیح مسلم میں بروایت جابر وانس یہ آیہ اسی واقعہ بنی سلمہ کے متعلق نازل ہوا جیسا ابن القیم لکھتے ہیں اس میں نظر ہے کیونکہ سورہ یسین مکی ہے اور بنی سلمہ کا قصہ مدینہ کا ہے مگر یہ کہا جائے کہ صرف یہی آیہ مدنی ہے۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم اسدرجہ صحیح ہے کہ اوسکے مقابلہ میں یہ ماننا آسان ہے کہ سورہ یسین میں جو مکی تھا وہ آیہ داخل کردیا گیا جو مدینہ میں نازل ہوا۔

سورہ زمر بھی مکی ہے مگر تین آیتین مدنی ہیں قل یاعبادی الذین تین آیہ جو وحشی قاتل حضرت حمزہ کے بارہ میں نازل ہوا اور آیہ اللہ نزل احسن الحدیث بھی مدنی ہے

سورہ غافر کا نام بدل دیا گیا۔ اب سورہ مومن لکھا جاتا ہے۔ یہ بھی مکی ہے مگر آیہ ان الذین یجادلون مدنی ہے۔

سورہ شوری بھی مکی ہے مگر آیہ ام یقولون افتری تا بہ بصیر اور الذین اذا اصابہم البغی تا بہ سبیل اور بروایت جلالین قل لا اسئلکم یہ سب مدنی ہے۔

سورہ زخرف مکی ہے مگر آیہ واسال من ارسلنا مدنی ہے۔ اتقان ص۱ جلالین ص۹۶

سورہ دخان مکی ہے مگر آیہ انا کاشفوا العذاب

سورہ جاثیہ مکی ہے مگر قال للذین امنوا مدنی ہے۔

سورہ احقاف مکی ہے مگر آیہ قل ارایتم ان کان من عنداللہ اور آیہ فاصبر کما صبر اولو العزم اور آیہ ووصینا الانسان بوالدیہ تین آیہ مدنی ہے۔ جلالین ص۱۰۱

سورہ محمد کا نام بتصریح تفسیر جلالین سورہ قتال تھا۔ مگر اب سورہ محمدؐ بنایا گیا مدنی ہے۔ مگر آیہ
وکاین من قریۃ مکی ہے۔ جو اسمیں ملا دیا گیا جلالین ص۱۰۶
سورہ ق مکی ہے مگر آیہ لقد خلقنا السّمٰوٰت ۳۸ مدنی ہے۔
سورہ نجم مکی ہے مگر آیہ الذین یجتنبون ۳۲ مدنی ہے اور ۳۳ آخر آیت الذی
تولی و آیہ مدنی ہے۔
سورہ قمر بھی مکی ہے مگر آیہ سیھزم الجمع مدنی ہے جلالین ص۱۱۹
سورہ رحمٰن بھی مکی ہے مگر آیہ یسالہ مدنی ہے ۲۹
سورہ واقعہ مکی ہے مگر آیہ من الاولین وثلۃ من الاخرین اور آیہ فلا اقسم بمواقع
النجوم بروایت صحیح مسلم مدنی ہے۔
سورہ حدید مکی ہے مگر آخر مدنی ہے۔
سورہ مجادلہ مکی ہے مگر آیہ مایکون من نجوی ثلاثۃ مدنی ہے۔
سورہ تغابن کا آخر مدنی ہے۔
سورہ تحریم کی دس آیتیں مدنی ہیں۔ باقی سب مکی ہیں ص۱۷ اتقان
سورہ ملک مکی ہے مگر تین آیہ مدنی ہے۔
سورہ نون میں انا بلوناھم تا بہ یعلمون اور فاصبر تا بہ صالحین مدنی ہے۔
سورہ مزمل مکی ہے مگر آیہ ان ربك یعلم تا بہ آخر مدنی ہے جلالین ص۱۴۲ اتقان میں ہے
واصبر علی ما یقولون دو آیتیں مدنی ہیں۔
سورہ انسان (دھر) میں فاصبر لحکم ربك مدنی ہے۔
سورہ مرسلات میں واذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون مدنی ہے۔
سورہ مطففین مکی ہے مگر شروع کی چھ آیتیں مدنی ہیں۔
سورہ بلد مدنی ہے مگر شروع کی چار آیتیں
سورہ لیل کا اول آیہ مدنی ہے۔
سورہ ارءیت کا تین آیہ مکی ہے اور تین آیہ مدنی

یہ ایک مختصر فہرست ہے اون سورون کی جنمین بعض مدنی ہین - اور مکی آیتین اون مین ملائی گئین اور بعض مکی مین جنمین بعض مدنی آیتین ملائی گئین اور اگر اس بحث کو تفصیل سے لکھین تو دو تین مجلد اس مین بھی طیار ہوسکتی ہین -

کیا اسکے بعد پھر کسی کو اسمین شبہہ رہ سکتا ہے کہ جو قرآن اس طرح جمع کیا گیا ہو کہ در مسجد پر بیٹھکر عمرو زید بن ثابت آیند و روند سے پوچھ کر قرآن لکھتے ہین اوسکا یہی حشر ہونا چاہیئے کہ مکی سورون مین مدنی آیتین داخل ہون اور مدنی سورون مین مکی آیتین جس کی تفصیل وتشریح مین صحابہ اور علما کو یہ جانکاہی کرنی پڑی کیونکہ یہ تو عقیدہ تمام اہل اسلام ہے جس سے محققین نصاری وغیرہ نے بھی اتفاق کیا ہے کہ یہ کلام خداوند علام ہے -

تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خداوند عالم نے جو سورے مکہ مین نازل کئی اونکو ادھورا چھوڑ دیا کہ جب آپ مدینہ جائینگے تو ہم تمام کرینگے اور اگر اسکو بھی بفرض محال مان لین تو پھر اس مین کیا حکمت ہوسکتی ہے کہ جو سورہ ابھی نازل بھی نہین کیا گیا نہ اوسکی کسی طرح ابتدا ہوئی - اوسکی آیتین مکہ مین اوتار دی گئین - کیا خدا اسپر نہین قادر تھا کہ اوس سورہ کو وہین تمام کرتا اور جو آیتین مدینہ مین آئین اونکو مدینہ کی سورون مین رکھتا - حالانکہ تم پڑھ چکے ہو کہ نہ حضرت کا کوئی نوشتہ قرآن انکو ملا نہ اوس سے لکھا گیا - بلکہ جو کچھ لکھا گیا راہ چلتون سے پوچھ پوچھ کر -

ہمنے یہان جو اسقدر تفصیل سے ہر ہر سورہ کی حالت اجمالی دکھائی اوسکی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحبنے اپنی کتاب علم الکلام مین لکھا تھا صـ۱۱

"آجکل ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید مین کسی قسم کی ترتیب و نظام نہین - ایک مضمون شروع ہوا ہے وہ ابھی ناتمام ہے کہ دوسرا شروع ہوگیا - فرایض کے مسائل بیان کرتے کرتے بیچ مین نماز عصر کا ذکر آجاتا ہے ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کرنے ہون تو سیکڑون مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑیگی -

قدما مین سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہین دیا بلکہ خود اعتراض سے تعرض نہین کیا - حالانکہ آجکل یہ ایک مشکل اعتراض خیال جاتا ہے - کارلائل جو آنحضرت صلعم کی نسبت

حاشیہ: کتاب علم الکلام شبلی

نہایت عمدہ خیالات رکھتا ہے اور جو اسلام کی تمام باتون کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتا ہے قرآن مجید کے اس انتشار مضامین سے گھبرا گیا اور اسکی کوئی تاویل نہ کرسکا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے تعرض کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا وہ لکھتے ہین۔

"اگر پرسند کہ در سورہائے قرآن این مطلب را چرا منتشر فرمودند و رعایت ترتیب نکردند۔ گویم اگرچہ قدرت شامل ہمہ ممکنات است اما حاکم درین ابواب حکمت است و حکمت موافقت مبعوث الیہم است در لسان و در اسلوب بیان۔

و ترتیبی کہ حالا مصنفین اختراع نمودہ اند۔ عرب آنرا نمیدانستند۔ اگر این را باور نمی کنی قصائد شعرائے مخضرمین را تامل کن + + + و نیز مقصود نہ مجرد افادہ است بلکہ افادہ مع الاستحضار و التکرار۔

اس تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن مجید۔ عرب کی زبان مین اُترا ہے اور مخاطب اوّل اس کے عرب ہین۔ اس لئے ضرور تھا کہ طرز بیان مین اسلوب عرب کی رعایت کیجائے عرب قدیم کی جسقدر نظم و نثر موجود ہے سب کا یہی طرز ہے کہ مضامین کو یکجا بیان نہین کرتے بلکہ ایک بات لکھتے ہین۔ ابھی وہ تمام نہین ہوئی کہ دوسرا ذکر چھیڑ جاتا ہے۔ پھر پہلی بات شروع ہوتی ہے پھر دوسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ قرآن مجید کا بڑا مقصود یہ ہے کہ توجہ الی اللہ اور اخلاص و عبادت کے مضامین اسقدر بار بار کہے جائین کہ مخاطب پر ایک حالت طاری ہوجائے اس قسم کا تکرار ترتیب کی صورت مین ممکن نہ تھا"

ہم شاہ صاحب کے کلام کی حقیقت تو بعد اسکے عرض کرینگے۔ مگر اسقدر تو آپکو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ یہ اعتراض بہت سخت ہے یہانتک کہ مسٹر کارلائل باوصف حسن ظن: گھبرا گیا۔ تو وائے برحال اُنکے جو قرآن سے بدظنی رکھتے ہین کہ اون کی کیا حالت ہوگی اسی لئے ہمنے ان واقعات کو لکھا کہ اب دوہی صورت ہے یا قرآن کی حفاظت کرین یا صحابہ کی جو جامعین قرآن تھے اگر قرآن کی حمایت آپ چاہتے ہین تو اصلی راز ظاہر کردیجئے کہ قرآن اوس ترتیب سے نہین رہا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا لہذا

یہ اعتراض اصل ہی سے ساقط ہوگیا کیونکہ جب اسکی ترتیب اوس شخص نے نہین کی جسپر نازل ہوتا تھا اور جو لکھوا تا جاتا تھا اور ترتیب دیتا جاتا تھا اور وہ ترتیب دیا ہوا قرآن اوسکے وصی خلیفہ جانشین کے پاس موجود تھا جسکو اوس نے بعد رحلت رسول سب سے پہلے انجام دیا تو پھر ترتیب پر اعتراض کرنا بالکل لغو ہے کیونکہ یہ قصور تو جامعیز کا ہے۔

جسکی یون مثال سمجھو کہ اگر ہم ایک انسان کے ہاتھ کو بجائے پیر کردین اور پیر کو ہاتھ کی جگہ پر رکھدین تو اس سے خالق یا صناع پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

اہلسنت کا اصول صرف یہ ہے کہ جس طرح ہو سکے صحابہ کی حفاظت کرین زبان سے تو اون کو معصوم نہین کہتے مگر ہر قول و فعل کو اونکے معصومانہ بنا رہے ہین۔ رسول اللہ کی عصمت کا زبانی اقرار کرتے ہین مگر ہر فعل مین حضرت کو خاطی بناتے ہین اور اوس کا مصلح عمر کو قرار دیتے ہین۔

اوسی طرح قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا تو زبانی اقرار کرتے ہین مگر صرف اس غرض سے کہ صحابہ پر کوئی الزام نہ آئے قرآن مین ہر طرح کے عیب کو بلا عذر مانتے ہین۔ رسول اللہ کی نسبت تو یہ دعویٰ ہے کہ آپ پورا قرآن بھول گئے۔ مگر صحابہ کی نسبت ایک لفظ کو بھی نہین مانتے کہ وہ بھولے ہون یا اون سے کسی ایک قسم کی چوک ہوئی ہو۔

ہمکو یہان نہ صحابہ سے غرض ہے نہ دوسرون سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ قرآن اپنے حد اعجاز مین خواہ بہ اعتبار فصاحت و بلاغت خواہ براہ ہدایت و ارشاد ایسا اکمل ہے کہ مطابق روایات مصرحہ بالا اوس مین ہر طرح کا تصرف کیا گیا۔ مکی سورے موخر کردی گئی جو کچھ اوپرانے سورے تھے۔ مدنی سورے مقدم کردی گئی جو نزولاً سب موخر تھے۔ اسمین بھی تسلسل نہ رہا کہ کاش کل مدنی سورے مقدم ہوتے۔ بلکہ ایک جاہل دیوانہ کی طرح جمع کیا گیا کہ بڑا سورہ پہلے چھوٹا سورہ پیچھے۔ اسپر یہ ترقی کی گئی کہ مدنی سورون مین مکی آیتین گھسائی گئین۔ اور مکی سورون مین مدنی آیتین سکو اوسکی

نہ ہدایت وارشاد مین فرق آیا نہ فصاحت و بلاغت مین۔

شاہ صاحب نے جو جواب دیا ہے اسکے تسلیم کرنے کا نتیجہ تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم خداوند عالم کے سوا ان صحابہ کو بھی خدا مان لین جنہون نے قرآن کو اس طرح سے جمع کیا تھا حالانکہ تمام عالم کو معلوم ہے ترتیب موافق تنزیل نہین ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس غلطی کو جو صحابہ سے ہوئی خدا کی طرف منسوب کرین۔

جو سورے اسوقت مخراوبی ترتیب سے معرا ہین اون کو جب ہم دیکھتے ہین کہ مرتب ہین ہر آیہ ایک ترتیب اور انتظام سے ہے تو پھر پورا یقین ہوجاتا ہے کہ اصل کلام خدا مرتب ہے کیونکہ مثال کی طور پر صرف سورہ الم مشہور بہ سورہ بقرہ کو لیجئے جو سب سے بڑا سورہ ہے اوس مین خاص ترتیب موجود ہے جس مین پہلے تین آیہ مین مومنین کی مدح ہے۔ پھر تین آیہ مین کافرون کی مذمت۔ پھر بارہ آیتون مین منافقون کی شرارت پھر قدرت خداوند عالم کا بیان کیا ہے۔ پھر قرآن کے منزل من اللہ ہونے کو کہ کوئی اسکی مثل پر قادر نہین۔ پھر جنت کا بیان ہے۔ پھر مومنین و کافرین کے اعتقاد کا۔ پھر خلقت آسمان و زمین۔ پھر خلقت آدم اور شیطان کی شیطنت۔ پھر بنی اسرائیل کے کفران نعمت اور اونکے قصے۔ پھر یہود کی تحریف کا ذکر ہے۔ پھر قصہ سلیمان ہے پھر قصہ ہاروت و ماروت وغیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک کلام منظم ہے جس مین نصایح بھی ہین۔ اخلاقی تعلیم بھی۔ بہشت و دوزخ کی ترغیب و ترہیب سبھی داخل ہے۔

ہان قرآن مین نہ فقہ کے ابواب ہین نہ تواریخ کے باب کیونکہ وہ تو بطور وعظ و تعلیم رسول اللہ پر نازل ہوتا تھا جسوقت کے جو مناسب ہوتا نہ یہ کہ وہ کتاب کوئی مرتب و مبوب پہلے سے لکھی ہو جس طرح مصنف خیال کرکے باب و فصل قائم کرتا ہے۔ بلکہ جسوقت جو ضرورت ہوتی اوسکے مطابق نزول ہوتا چنانچہ خود خداوند عالم قرآن مین سورہ بنی اسرائیل مین فرماتا ہے وقرانا فرقنٰہ لتقرءہ علی الناس علی مکث ونزلنٰہ تنزیلا یعنی قرآن کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرکے ہمنے تیرا نازل کیا ہے کہ لوگون پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہمنے اوسکو نازل کیا ہے پوری تنزیل۔

توجب خود خداوند عالم تنزیل قرآن کی غرض یہ فرما رہا ہے کہ اسکو ٹھہر کر لوگون پر پڑھو
تو معلوم ہوا جیسا سوال ہو اگرے جیسی ضرورت پیش آیا کرے اوسکے مطابق اسکی تعلیم ہو
تو پھر ترتیب کہان ممکن ہے۔ کیونکہ سائل تو ہزارون قسم کے ہین اور ہزارون فرقہ کے پھر
اوسکے جواب مین کیونکر ترتیب ہو سکتی ہے۔
مگر یہان تو بحث اسکی ہے کہ یہ کیسی بات ہے کہ جو سورہ مکہ مین نازل ہوا تھا۔ اوس کی
آیتین مدینہ مین آکر نازل ہوین۔ اور جو سورے مدینہ مین نازل ہونے والے تھے اونکی
آیتین مکہ مین اوتاردی گئین۔ حالانکہ تفسیر درمنثور مین ہے عن ابن عباس انہ
قرء وقرانا فرقناہ متثقلہ قال نزل القران الی سماء الدنیا فی لیلۃ القدر جملۃ
واحدۃ فکان المشرکون اذا احدثوا شیئاً احدث اللہ لھم جوابا ففرقہ اللہ
فی عشرین سنۃ صفحہ ۲۰ جلد ۴
کہ خدا نے پورا قرآن ایک دفعہ شب قدر مین سماء دنیا کی طرف نازل کیا تو مشرکین جب
کوئی نیا امر حادث کرتے یا سوال کرتے تو خدا اونکا جواب دیتا۔ پس بیس برس مین خدا
نے اوس قرآن کو نازل کیا۔
تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ خدا کو یہ تو معلوم تھا کہ فلان سوال ہوگا مگر یہ نہ معلوم تھا کہ
کس وقت سوال ہوگا جسکے مطابق وہ قرآن کو مرتب کرتا اور جب جب وہ سوال ہوتا
اوسکا جواب نازل کردیتا۔
اہلسنت نے قرآن کو ہائیکورٹ کی نظیر بنایا ہے بلکہ اوس سے بھی بدتر کیونکہ وہان تو
جیسے جیسے مقدمات پیش ہوتے ہین ویسے احکام صادر ہوتے ہین جس سے وکلا و بیرسٹرونکو
جدید مقدمات مین ضرورت ہوتی ہے کہ اون نظائر کو بغور دیکھین اور مطابق ضرورت
نظیر نکالین۔
یہان نہ کوئی مقدمہ ہوا نہ واقعہ خدا نے خود آیندہ واقعات کے مطابق قرآن کو
مرتب کیا مگر ترتیب یہ رکھی کہ نہ اوسکو یہ معلوم کس وقت یہ سوال ہوگا نہ یہ معلوم کہان سوال
ہوگا یہانتک کہ سورون مین وہ آیتین اوتارین جسکی ترتیب علم خدا مین اس طرح تھی کہ

کہ مدنی سوروں کی وہ آیتین تھین اور مدنی سوروں مین وہ آیتین اوتار دین جنکو مکی سوروں کے لئے وہ لکھ چکا تھا ۔ پھر تب یہ قرآن بلکہ علم خدا کیسا ہوا ۔

غرض شاہ صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ اسی اصول پر ہے کہ صحابہ کو بچائین اور خدا کو پھنسائین کہ سارا الزام اوسی کے ذات مقدس پر لگائین ورنہ جو شخص کچھ بھی حس رکھتا ہے اوسکو بعلم الیقین معلوم ہے کہ کلام خدا فی نفسہ نہایت منظم اور مربوط ہے ۔

افسوس کہ شاہ صاحب قرآن کی بے ترتیبی و بے نظمی کو قصائد مخضرمین سے تشبیہ دیتے ہین حالانکہ خداوند عالم ان شعرا کے بارہ مین فرماتا ہے والشعراء یتبعہم الغاؤن فی کل واد یہیمون ۔ کہ شاعر گمراہوں کی پیروی کرتے ہین اور ہر وادی مین سر مارے پھرتے ہین یعنی فی کل فن من الکلام یاخذون ص۹۹ در منثور جس سے معلوم ہوا کہ یہی مراد ہے کہ ہر قسم کی باتین مربوط و غیر مربوط کیا کرتے ہین نہ یہ کہ حقیقۃ جنگلوں مین مارے پھرتے ہین ۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ خداوند عالم جس امر مین شعرا کی مذمت کرے خود اوسمین اونکی تقلید کرے حاشا و کلا ہرگز نہین ۔

شاہ صاحب کو کلام خدا سے کچھ ایسی عداوت ہے کہ نہ صرف یہین پر قرآن کو مشابہ قصائد شعرا بنایا ہے بلکہ جمع و تالیف مین بھی یہی اونکا مقولہ ہے چنانچہ ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین چون آنحضرت از دار فنا برفیق اعلی انتقال فرمود قرآن عظیم مجموع در مصحف نبود سور و آیات در اوراق نوشتہ درمیان اصحاب متفرق یافتہ می شد اگر آنرا مثلے خواہی فرض کن کہ منشی منشآت خود را یا شاعرے قصائد و مقطعات خود را در بیاضہا و بر پشت کتابہا متفرق گذاردہ و آن بمنزلہ عصافیر بر شرف ضیاع باشد شاگردے رشید از میان شاگردان آن منشی یا ان شاعر ہمہ آنرا بہ ترتیب جمع کند و اہتمام بلیغ در جمع و تصحیح آن بکار برد گویا احیاء آن آثار بدست او واقع شدہ ص۲۹ ج۲

پس جب بتصریح شاہ صاحب ترتیب قرآن صحابہ کے ہاتھوں ہوئی تو اب بے ترتیبی کا

الزام خدا پر کیونکر جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب بدیہی طور پر معلوم ہے کہ کوئی شاگرد اپنے استاد کے حقیقی خیال اور واقعی بندش کو نہین جان سکتا کہ اوس نے کس ترتیب سے یہ قصیدہ لکھا ہے بشرطیکہ اوسکے اشعار متفرق ہون۔ تو صحابہ جنکی جہالت ضرب المثل ہے کب اوس ترتیب کے موافق ترتیب دے سکتے ہین جو خدا نے مقرر کی تھی۔

یہی تو وجہ ہے کہ شیخ محی الدین عربی صاف لفظون مین فرماتے ہین ملاحظہ ہو الکبریت الاحمر فی علوم الشیخ الاکبر بر حاشیہ الیواقیت والجواہر صفحہ ۱۴۳ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹ الشمس صفحہ ۵ و ۶۶ جلد ۲۔

وقال ینبغی لقارئ القران اذا لم یکن من اهل الکشف ان یبحث ویسال علماء الشریعۃ من کل شئ ثبت عندھو انہ کان قرانا ونسخ فیحفظہ لیزیدہ اللہ بذلک درجات فی الجنۃ حین یقال لہ یوم القیامۃ اقراء وارق قال وقد زعم بعض اھل الکشف انہ سقط من مصحف عثمان کثیر من المنسوخ قال ولو ان رسول اللہ کان ھو الذی تولی جمع القران لوقفنا وقلنا ھذا وحدہ ھو الذی نتلوہ یوم القیمۃ قال لولا ما یسبق للقلوب الضعیفۃ ووضع الحکمۃ فی غیر اھلھا لبینت جمیع ما سقط من مصحف عثمان رض قال واما ما استقر فی مصحف فلم ینازع احد فیہ

صفحہ ۱۴۳ بر حاشیہ الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر۔

یعنی کہا شیخ نے کہ سزاوار ہے قاری قرآن کو اگر وہ اہل کشف سے نہ ہو کہ بحث کرے اور سوال کرے علمائے شریعہ سے ہر اون چیزون کو جو اون کے نزدیک ثابت ہے کہ وہ قرآن تھا اور منسوخ ہو گیا۔ پس اوسکو یاد کرے کہ خداوند عالم اسوجہ سے اون کے درجات بڑھائیگا جس وقت کہا جائیگا اون سے کہ پڑھو اور اوپر چڑھو اور کہا تحقیق گمان کیا ہے بعض اہل کشف نے کہ مصحف عثمان سے بہت کچھ ساقط ہو گیا ہے وہ جو منسوخ تھا اور کہا کہ اگر رسول اللہ خود ہی متولی ہوتے جمع قرآن کے تو ہم لوگ ضرور توقف کرتے اور رکھتے یہی ہے وہ جسکی ہم تلاوت کرینگے بروز قیامت اور کہا اگر نہ ہوتا یہ کہ سبقت کریگا واسطے قلوب ضعیفہ کے (یعنی) اونکو شبہ پیدا ہوگا) اور وضع حکمت نا اہلون مین لازم آئیگا تو ہر آئینہ ہم ضرور بیان کر دیتے

جمیع اون آیات کو جو مصحف عثمان سے ساقط ہوئے۔ اور کہا لیکن جو کچھ مستقر ہے مصحف عثمان مین پس کسی نے اس مین منازعت نہین کی۔

اس تقریر نے آپکو بتا دیا کہ چونکہ یہ قرآن موجودہ رسول اللہ کا ترتیب دیا ہوا نہین ہے۔ اسلئے امام محی الدین عربی صرف اسی قرآن پر توقف نہین کرتے اور اون سب آیات کے پڑھنے کا بھی حکم دیتے ہین جو اخبار و احادیث سے معلوم ہو۔ بلکہ یہ بھی فرماتے ہین کہ اگر عوام الناس کا خیال نہ ہوتا تو وہ بیان کر دیتے اون کل آیات کو جو مصحف عثمان سے ساقط ہوئی ہین۔ پھر شاہ صاحب کی یہ توجیہ کیا کام دے سکتی ہے۔

تقدم آیات ناسخہ بر منسوخہ۔ اگرچہ اس تقریر کے بعد کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ مخالفین نے بہت کچھ سر اوٹھایا ہے لہذا ایک بدیہی مثال اسکی دکھاتے ہین جس سے معلوم ہو کہ اس طرح کی ترتیب کا نتیجہ یہی تھا جو ہوا

حافظ ابن حجر عسقلانی شرح صحیح بخاری موسوم بہ فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۳۰ مین لکھتے ہین بذیل تفسیر آیہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا

وھذا الموضع مما وقع فیہ الناسخ مقدما فی ترتیب التلاوۃ علی المنسوخ وقد قیل انہ لم یقع نظیر ذلک الا ھنا وفی الاحزاب علی قول من قال ان احلال جمیع النساء ھو الناسخ وسیاتی البحث فیہ ھناک انشاء اللہ وقد ظفرت بمواضع اخری منھا فی البقرۃ ایضا قولہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ فانھا لعموم قولہ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔ کونھا مقدمۃ فی التلاوۃ ومنھا فی البقرۃ ایضا قولہ ما ننسخ من ایۃ علی قول من قال ان سبب نزولھا ان الیھود طعنوا فی تحویل القبلۃ فانہ تقتضی ان تکون مقدمۃ فی التلاوۃ متاخرۃ فی النزول وقد تتبعت من ذلک شیئا کثیرا ذکرتہ فی غیر الموضع ویکفی ھنا الاشارۃ الی ھذا القدر

وقفنا علی مواضع النسخ

یعنی یہان پر آیہ ناسخ مقدم ہے ترتیب تلاوت مین آیہ منسوخ پر۔ اور یہ ایسا موقع ہے کہ اسکی نظیر کسی دوسرے موقع پر نہین ملتی۔ مگر سورہ احزاب مین کہ کہا گیا ہے کل عورتونکا حلال

ہونا ناسخ ہے اور قریب ہے کہ اوسکی بحث وہین آئے۔
ہمکو ایک آیہ دوسری بھی ملی ہے سورہ بقرہ مین کیونکہ آیہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ محکمہ ہے شلوع مین جو مخصص ہے عموم آیہ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ کا جو مستلزم ہے تقدم تلاوۃ کو۔
ہان سورہ بقرہ مین آیہ ماننسخ من ایۃ یہ بھی موخر ہے بنا برا سکے کہ کہا گیا ہے یہود نے طعن کیا تھا تحویل قبلہ پر جس سے لازم آتا ہے کہ تلاوۃ مین مقدم ہوا اور نزول مین موخر ہمکو تتبع سے بہت سی آیات اس قسم کی ملی ہین جنکو دوسری جگہ لکھا ہے۔ یہان اسیقدر کافی ہے۔
اس تحریر نے آپکو اچھی طرح بتا دیا کہ قرآن کی ترتیب وتالیف مین صحابہ نے اپنے کثرت علم وقابلیت سے کیا کیا انتظام کیا ہے کہ آیات ناسخہ تو پہلے لکھی گئی اور آیات منسوخہ پیچھے۔ جسکے مطلب یہ ہوئے کہ حکم خدا تو ابھی کسیکو معلوم نہین ہوا کہ کیا حکم خدا دیگا مگر ناسخ اوسکا آگیا دہ آبا دنشد قلندران روان شدند۔
وہ آیہ سورہ بقر پارہ ۲ ع ۱۴ مین اس طرح ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسہن من معروف واللہ عزیز حکیم۔
اور جو لوگ تم مین سے مر جائین اور عورتین چھوڑ جائین۔ تو اون کے حق مین وصیت کر جائین کہ ایک سال تک اون کو خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائین۔ پس اگر وہ خود سے چلی جائین تو تپر گناہ نہین ہے اوس بات مین جسکو اونہون نے کیا پسندیدہ کام سے خدا عزیز وحکیم ہے۔
یہ آیہ منسوخ ہے جو ۲ مین ہے۔ اسکا ناسخ وہ آیہ ہے جو ۲ مین ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف واللہ بما تعملون خبیر۔

رسم عرفات پے سمنی

یعنی جو لوگ تمسے وفات پائین اور عورتین چھوڑ جائین تو چاہیئے چار مھینہ دس روز اپنے آپکو روکے رہین جب اس مدت کو پہونچ جائین تو جو کچھ وہ اپنے حق مین کرلیں امر معروف سے تو تمپر کچھ گناہ نہین اور خدا تمھارے عملون سے خبیر ہے۔

معالم التنزیل مین ہے کانت عدۃ الوفاۃ فی الابتداء حولا کاملا لقولہ تعالیٰ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج ثم نسخت باربعۃ اشھر وعشرا مثلا

یعنی پہلے ایک سال تک عدہ وفات کا حکم تھا مطابق آیہ والذین یتوفون منکم کے پھر منسوخ ہوا اوس آیہ سے جسمین چار مھینہ دس روز کا حکم ہے۔

تفسیر کبیر مین ہے فھذا القول ھو الذی اتفق علیہ اکثر المتقدمین والمتاخرین من المفسرین یعنی اس قول پر اتفاق ہے متقدمین ومتاخرین کا۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مین فرماتے ہین صفحہ ۴۲۳

وان التزام ھذا النسخ التزام من غیر دلیل مع ما فی القول بھذا النسخ من سوء الترتیب الذی یجب تنزیہ کلام اللہ تعالیٰ عنہ وھذا کلام واضح

یعنی اس نسخ مین سوء ترتیب لازم آتا ہے کلام اللہ مین جس سے تنزیہ کرنا کلام خدا کا واجب ہے اور یہ کلام واضح ہے۔

تفسیر ابو سعود مین ہے فانہ وان کان متقدما فی التلاوۃ متاخرا فی النزول یعنی اگرچہ تلاوت مین مقدم ہے مگر نزول مین متاخر ہے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ نزول مین متاخر ہے۔ تو بغیر اسکے کہ ترتیب مین تغیر ہوا یہ خرابی کیونکر ہوئی۔

فخر رازی کا کلام تو آپکو معلوم ہوا کہ وہ اسکو واجب لکھتے ہین کہ کلام اللہ کی تنزیہ سوء ترتیبی سے ضروری ہے۔ تو بغیر اسکے کیا چارہ ہے کہ کہا جائے یہ نتیجہ ہے ترتیب صحابہ کا کیونکہ کوئی عاقل تو اسکو نہین مان سکتا کہ حکم ناسخ پہلے وارد ہوا حکم منسوخ بعد غضب خدا کا صرف ایک ہی آیہ مین ایسا نہین ہوا بلکہ بقول ابن حجر عسقلانی بہت سی آیتون مین ایسا ہوا ہے چنانچہ اسی سورہ بقرہ کے آیہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کو

مخصص ملتے ہین جو ۱۱۵ ہے اوس آیہ کا جو ۱۰۵ ہے وحیث ما کنتم

آیہ مانسخ من آیۃ او ننسھا ۱۰۶ ہے اسکو ابن حجر نسخ حکم قبلہ سے متعلق کہتے ہین حالانکہ نسخ قبلہ کا حکم ۱۴۲ سے شروع ہے جس سے چاہئے کہ آیہ مانسخ اوسکے بعد ہو کیونکہ طعن یہود کے جواب مین ہے جس سے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین کہ اسکو نزول مین موخر ہونا چاہیئے حالانکہ ہے مقدم۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ صدہا آتین ایسی نکالی جائین جنکو اہل سنت ناسخ لکھتے ہین اور ترتیب قرآن مین منسوخ سے موخر ہین جیسا کہ آیہ احلال نسا مین بھی ابن حجر نے لکھا ہے۔

اتقان مین ہے ومن الاحزاب قولہ تعالیٰ لا یحل لک النساء الایہ منسوخۃ بقولہ انا احللنا لک ازواجک ص ۲۳ جلد ۲

کہ آیہ لا یحل لک النساء منسوخ ہے آیہ انا احللنا لک ازواجک ۵۰ سے جسکا ۵۲ ہے، تو یہان بجز اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ کارروائی صحابہ کی ہے جنہون نے اسطرح ترتیب دیا کیونکہ خود اوسی اتقان مین ہے عن زر بن حبیش قال لی ابی بن کعب کاین تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنتین وسبعین آیۃ او ثلاثہ وسبعین آیہ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ وان کنا لنقرء فیہا آیۃ الرجم قلت واما آیۃ الرجم قال اذا زنا الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ص ۲۵

یعنی زر بن حبیش سے ابی بن کعب نے پوچھا سورہ احزاب کی کتنی آیتین ہونگی ہمنے کہا ۷۲ یا ۷۳ تو ابی نے کہا یہ سورہ برابر تھا سورہ بقر کے جسمین ہم آیہ رجم اذا زنی الشیخ والشیخۃ کی بھی تلاوت کرتے تھے۔

دوسری روایت لکھتے ہین عن عائشہ قالت کانت سورۃ الاحزاب تقرء فی زمن النبی ماتی آیۃ فلما کتب عثمان المصاحف لم نقدر منہا الا ما ھو الان

یعنی عائشہ نے کہا کہ سورہ احزاب حضرت کے زمانہ مین دوسو آیہ پڑھا جاتا تھا جب عثمان نے
نے مصاحف کو لکھوایا تو اس سے زیادہ پر نہ قادر ہوئے۔

پس جب ایک سو ستائیس آیتین اس سورہ سے نکل گئین تو پھر آپکو اسپر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ ترتیب بدل گئی ناسخ مقدم ہوا منسوخ موخر ہوا ایک بدیہی نشان ہے صحابہ کی لیاقت کا۔ جسکے بعد پھر کوئی کافر اسپر نہین اعتراض کر سکتا کہ یہ خرابی اصل قرآن مین ہے کیونکہ قرآن پاک تو ہر عیب ونقص سے پاک ومنزہ ہے۔

اب اس سے بھی زیادہ عجیب نسخ ملاحظہ فرمائیے کہ ناسخ ومنسوخ دونون قرآن سے غائب اور پھر دعوی نسخ موجود۔ اتقان مین ہے قالت عائشہ کان فیما انزل عشر رضعات معلومات فنسخن بخمس معلومات فتوفی رسول اللہ وھن مما یقرء من القران رواہ الشیخان وقد تکلموا فی قولھا وھی مما یقرء من القران فان ظاھرہ بقاء التلاوۃ ولیس کذالک صفحہ ۲۲ جلد ۲

کہا عائشہ نے کہ جو کچھ نازل کیا تھا اوسمین عشر رضعات معلومات بھی تھا جو منسوخ ہوا خمس معلومات سے جب حضرت نے انتقال کیا تو ان کی تلاوت ہوتی تھی قرآن مین۔ اسکی روایت کی ہے بخاری ومسلم دونون نے اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے تلاوت باقی تھی حالانکہ ایسا نہین ہے (قرآن مین نہین ہے)

اب فرمائیے یہ نتیجہ ترتیب صحابہ کا ہے یا خدا کا کہ خدا تو عشر رضعات معلومات کا حکم قرآن مین نازل کرے اور پھر اوسکو خمس معلومات سے منسوخ بھی کرے جو حضرت کے زمانہ تک تلاوت بھی کیا جاتا تھا مگر بعد کو نہ ناسخ رہا قرآن مین نہ منسوخ۔

ایکسو چوبیس ۱۲۴ آیہ کی منسوخی۔ اب اسپر بھی ترقی ملاحظہ ہو کہ خدا نے قرآن مین ایک آیہ ایسا نازل کیا جسنے ایکسو چوبیس آیتون کو یکدم منسوخ کر دیا۔

اتقان مین ہے قال ابن العربی کل ما فی القران من الصفح عن الکفار والتولی والاعراض والکف عنھم منسوخ بایہ السیف وھی فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین الایہ نسخت مایۃ واربعا وعشرین ایۃ ثم نسخ اخرھا اولھا صفحہ

[illegible]

یعنی کہا ابن العربی نے کہ قرآن مین جتنی آیتین ہین جنمین حکم ہے کفار سے درگذر کرنے اور عفو کرنے اور باز آنے کا وہ سب منسوخ ہوگئین - آیہ سیف سے جو فاذا انسلخ الاشہر الحرم ہے کہ اس آیہ نے ایکسو چوبیس آیتون کو منسوخ کر دیا۔ پھر اسکے آخر نے اول کو بھی منسوخ کر دیا۔

جسکا مقصود یہ ہے کہ خدانے اس آیہ مین حکم دیا تھا کہ بعد گذر جانے ماہ ہائے حرام کے مشرکون کو قتل کرو - ابن العربی لکھتے ہین کہ یہ قید بھی منسوخ ہے لہذا عام طور سے مشرکون کو قتل کرنا چاہیئے -

شاید یہی باعث تھا کہ خلفائے ثلثہ نے خلافت کو خاندان رسالت سے منتزع کرلیا کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے اس حکم کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ کا برتاو کفار ومنافقین کے ساتھ وہی رہا جو پہلے تھا کہ اون کی خطاؤن کو بخشتے۔ عفو کرتے درگذر فرماتے یہانتک کہ نصاری نجران جو دو تین ماہ قبل وفات آنحضرت آئے ہین توحضرت نے خود مسجد مین اون کو جگہ دی -

لہذا ان خلفانے خاندان رسالت سے خلافت کو نکال لیا تا کہ پھر کسی طرح کا رحم کفار پر نہ کیا جائے جسکا شاہد وہی فرمان اور دستور العمل ہے خلیفہ اول کا کہ اپنے باغیوں مخالفون کی نسبت عام حکم دیا تھا فان اظہرہ اللہ علیہم انشاء اللہ ومکنہ منہم فلیقتلہم بالسلاح ولیحرقہم بالنار ولایستبق منہم احدا منہ ۲۲۵ تاریخ خمیس جلد ۲ کہ اگر خالد کو فتحیابی نصیب ہو تو چاہیئے کہ سبکو قتل کر ڈالے اور آگ سے جلا دے اور کسیکو باقی نہ چھوڑے -

پھر اوسی تاریخ خمیس مین ہے ان اظفرک اللہ باہل الیمامۃ فایاک والابقاء علیہم اجہز علی جریحہم واطلب مدبرہم واحمل اسیرہم علی السیف وہول فیہم القتل واحرقہم بالنار وایاک ان تخالف امری والسلام ص ۲۳۳

یعنی اے خالد اگر خدا تجھے فتح دے اہل یمامہ پر توکسیکو باقی نہ چھوڑنا جو زخمی ہو اوسکو مار ڈالنا جو بھاگ جائے اوسکا تعاقب کرنا۔ قیدیون کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لینا۔ قتل عام کرنا

اور سبکو آگ سے جلا دینا خبردار اسکے خلاف نہ کرنا۔
یہ حکمنامہ خلیفہ اول ہے اپنے باغیون کے لئے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ وہ لوگ حضرت کو ضرور مقصر سمجھتے تھے کہ کفار پر آپ رحم فرمائینگے اور اس سختی کو پورا نہ کرینگے۔ اور انکے نائب و خلیفہ بھی یہی برتاو کرینگے۔ چنانچہ مشاہدہ مین بھی آیا کہ جب جناب امیرؑ خلیفہ ہوئے اور معاویہ عائشہ خوارج نہروان نے مخالفت کی تو آپکا یہ حکم تھا۔ چنانچہ تاریخ کامل جلد ۳ مین ہے۔

وکان مذهبه ان لا یقتل مدبراً ولا یذفف علی جریح ولا یکشف ستراً ولا یاخذ مالا۔

یعنی جناب امیرؑ کا مذہب اس بارہ مین یہ تھا کہ جو سامنے سے بھاگ جائے اوسکو قتل نہ کرو۔ جو زخمی ہو کر گر پڑے اوسپر حملہ نہ کیا جاے کسی کا مال نہ لیا جائے۔ کسیکا پردہ نہ کھولا جائے۔
اب کہان ہین وہ ہمدردان اسلام جو اسلام کو نمونہ تہذیب و مجسم رحم بتاتے ہین وہ غور کرین کہ روایات اہلسنت قرآن کو کیا بتا رہی ہین کہ اسنے عفو و صفح و رحم کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔ کیا ایسے اشخاص مسلمان لکھے جا سکتے ہین۔؟
کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر صاحب کا یہ طرز عمل مطابق تعلیم خدا و رسول تھا یا جناب امیرؑ کا یہ حکم خلاف انسانیت اور قرآن تھا۔ پھر تم ہی بتاو اس خلافت ناجائز کا کیا نتیجہ ہوا۔
اظہار حقیقت حال | یہ سب غت ربود قرآن کی تحریف قرآن کی تنسیخ۔ اوسی وقت تک تھی جبکہ ایک ہاتھ مین تلوار تھی دوسرے ہاتھ مین قلم کہ جو چاہا ہاتھ سے کیا یا قلم سے لکھا۔ اگر کسی نے کچھ عذر کیا تو سر اوسکا قلم کیا چنانچہ تعلیم حکم قضا و قدر مین آپ دیکھ چکے ہین کہ ایک شخص نے ابوبکر سے پوچھا اوس نے کچھ اعتراض کیا تو جواب ملا افسوس اسوقت کوئی آدمی نہین ورنہ تیری ناک رگڑ دی جاتی۔
خدا نے اس زمانہ کی تاریکی کو دور کیا اور روشنی کا زمانہ آیا تو اب یہ باتین بنانے لگے کہ نہ قرآن مین نسخ ہے نہ کوئی حکم اوس کا منسوخ ہے۔ نہ نسخ کا اقرار کرنا جزو مذہب۔ اسلام ہے کیونکہ ہر طرف سے مخالفین کی بوچھار ہے بات بات پر وہ ناطقہ بند کر رہے ہین۔
اب تلوار ہے نہ جو کسی کی گردن اوڑا دیں نہ سلطنت و حکومت کی قوت کہ سب سے

بزور منوائین مگر اسپر بھی اصل بات کا نہین اقرار کیا جاتا اور اس طرح بات بنائی جاتی ہے کہ خلفا کی آبرو بھی بچے اور مخالفین کا بھی منہ بند ہو۔ مگر این خیال است و محال ست و جنون۔

لکھنؤ سے ایک رسالہ نکلتا ہے عربی مین جسکا نام البیان ہے۔ اوسکے اڈیٹر صاحب مولوی عبداللہ عمادی ہین ملا جلد۵ مین شیخ محمد توفیق آفندی صدفی مصری شاگرد رشید محمد عبدہ کی تحریر شایع کرتے ہین مثلا

القول بالنسخ فی القران لیس من عقائد الاسلام البتة وانما ھو مذھب فی التفسیر نشا غالبا فی العصر الاول ان صحت الروایات الاحادیۃ فی ھذا الباب

نسخ فی القرآن کا مسئلہ بلاشبہہ عقائد اسلام مین کا نہین ہے بلکہ یہ مفسیرین کا ایک مذہب ہے جو غالباً عہد اول مین پیدا ہوا ہے بشرطیکہ روایات احادجو اس باب مین وارد ہوئی ہین صحیح ہون۔

جس سے اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ ابتدا اسکی خود صحابہ سے ہوئی کہ وہی اس کے موجد تھے۔

وجہ ایجاد لکھتے ہین والذین قالوا بہ منھم انما اخذوہ من ظاھر قولہ تعالیٰ "ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نأت بخیر منہا او مثلہا" فکان اذا عرض لواحد منھم اشتباہ فی فھم بعض اٰیات القران التی بینہا شبہ خلاف تمسک بھذا القول لرفع ما عرض لہ۔ ولیس فھم بعض الصحابۃ حجۃ فی التفسیر والا لما خالف جمھور المفسرین ابن عباس وھو اعلمھم

جو لوگ قرآن مین نسخ کے قائل ہوے ہین اُنہون نے اس مسالہ کو قرآن پاک کی اس ظاہر آیت سے لیا ہے "ما ننسخ من آیۃ الخ" جب اُن مین سے کسی کو بعض آیات محتملۂ قرآنیہ کے سمجھنے مین اشتباہ واقع ہوا تو وہ فوراً اُسکے دفع کرنے کے لئے نسخ کے قائل ہوگئے حالانکہ اور تو اور عموماً بعض صحابہ کا فہم بھی تفسیر قرآن کے باب مین کوئی حجۃ قاطعہ نہین ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ تمام مفسرین حضرت ابن عباس سے جو کہ تفسیر کے بہت

بالتفسير في كثير من المسائل و سا
خالف بعضهم بعضاً في بعض هذه
المسائل حتى كان بعضهم كأبي مثلاً
يقول الا لا ادع شيئاً سمعته من رسول
الله صلى الله عليه وسلم يريد بذالك
انه لا ينزله حكماً مما يدعوى انه
منسوخ وكان عمر ينكر عليه ذلك
كما ورد في صحيح البخاري عن ابن
عباس ان عمر قال اقرؤنا ابي و
اقضانا علي وانا لندع من قول
ابي وذالك ان ابياً يقول لا ادع
شيئاً سمعته من رسول الله صلى
الله عليه وسلم وقد قال الله تعالى
"ما ننسخ من آية او ننسها"

بڑے عالم تھے اکثر مسائل مین مخالفت کرتے
تیز خود اسی مسئلے مین بعض صحابہ بعض سے
مخالف ہوتے جیسے کہ حضرت ابی کہ وہ قائل
تھے کہ مین نے جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے سُنا ہے اُس مین سے کچھ نہ چھوڑونگا
یعنی نہین ہو سکتا کہ کسی حکم کو جو رسول اللہ
سے سنا ہو دعوی نسخ کے باعث ترک کر دون
بخلاف اسکے حضرت عمر انیر انکار کرتے تھے
جیسا کہ صحیح بخاری مین حضرت ابن عباس سے
وارد ہوا ہے کہ اُنھون نے (عمر) فرمایا ہم مین قرآن
کے زیادہ عالم ابی اور فیصلہ کرنے مین زیادہ
ماہر علی ہین باینہمہ مین ابی کا قول کبھی چھوڑ
بھی دیتا ہون کہ وہ کہتے ہین کہ مین رسول
اللہ سے سنی ہوئی کسی بات کو نہ چھوڑونگا
حالانکہ خدا فرماتا ہے "ما ننسخ من آیۃ او ننسہا"

جس سے معلوم ہوا کہ ایجاد کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ فہم اون کے قاصر تھے ۔ علم سے بے بہرہ تھے
اسوجہ سے یہ ایجاد کیا کہ جہان اون کو شبہہ ہوا مطلب کو نہ سمجھ سکے ۔ وہان نسخ کا دعوے
کر دیا کہ یہ منسوخ ہے ۔

اس تقریر سے بھی آپکو حضرت کے اوس قول کی ضرورت بخوبی معلوم ہو گی جو حضرت نے
فرمایا تھا "انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی کہ ہم قرآن و اہلبیت کو چھوڑے
جاتے ہین کہ ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی ۔

اگر ان دونون سے تمسک کروگے تو گمراہ نہوگے کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہے کہ کوئی علم ہو
کوئی فن ہو ہر شخص اوسکا ماہر یا عالم نہین ہو سکتا ۔ ہزارون شاگرد ہوتے ہین اگرچہ سب

کامیاب بھی ہون مگر حقیقی عالم یا اوس فن کا پورا ماہر۔ وہی چار ہوتا ہے چہ جائیکہ معارف الہی کے واقف ہر شخص ہوجائین خصوصاً وہ لوگ جنکی غرض محض تحصیل دنیا ہو کہان اسکے واقف اور عالم ہوسکتے ہین۔

یہی وجہ ہے کہ صاف صاف کہہ دیا لیس قول الصحابۃ حجۃ فی التفسیر کہ صحابہ کی سمجھ تفسیر مین کسی طرح حجت نہین۔ پس جب اون کی سمجھ بھی قابل حجت نہین تو اونکا قول کب قابل حجت ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ عام طور سے مقولہ علماے اہلسنت یہی ہے کہ اقوال صحابہ حجت نہین ہین۔

اس بھی خلیفہ دوم کا قول حسبنا کتاب اللہ غلط ہوا کیونکہ جب صحابہ کی نہ سمجھ حجت ہے نہ قول حجت ہے تو پھر کتاب خدا اونکو یا کسی کو کس طرح کافی ہوسکتا ہے۔

یہ دعوی موجب کفر قائل ہے کیونکہ رسول اللہؐ تو صاف طور سے فرما رہے ہین کتاب خدا کافی نہین ہے جبتک اہلبیت کا شمول نہ ہو مگر خلیفہ آپکی تکذیب کر رہے ہین کہ ہمکو کتاب خدا کافی ہے اہلبیت وعترت کی ضرورت نہین۔ اس سے بڑھکر کونسا کلمہ کفر ہوسکتا ہے جسمین رسول کے قول کی تکذیب کی جائے وہ بھی اوسوقت کا قول جبکہ دنیا سے مفارقت کر رہے ہین امت کو اتباع قرآن و اہلبیت کی ہدایت کر رہے ہین۔

موجد نسخ عمر۔ اس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس منسوخیت قرآن کے موجد خلیفہ دوم تھے۔ کیونکہ ابی بن کعب جنکو خود عمر صاحب اقرءنا ابی کہہ رہے ہین۔ وہ تو یہ کہتے ہین انی لا ادع شیئا سمعتہ من رسول اللہ کہ ہم کسی بات کو جو رسول اللہ سے سنا ہے نہین چھوڑتے اور عمر صاحب اون کے قول سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ابی کے اس قول کو نہین مانتے جسپر اسی آیہ ماننسخ من ایۃ سے استدلال کر رہے ہین۔

تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ قرآن کے نسخ کے موجد وہی عمر صاحب ہین جو بوقت وصیت نامہ مدعی حسبنا کتاب اللہ ہوئے تھے۔ اور جب فہم مطالب قرآن سے عاجز ہوئے تو اسکا دعوی کیا کہ قرآن مین نسخ ہے یعنی بعض احکام منسوخ ہین۔

اللہ اللہ حضرت عمر کی وفات اسلام میں ایسے غضب کی واقع ہوئی تھی کہ کوئی دقیقہ انہون تذلیل اسلام کا اوٹھا نہ رکھا۔ جب حضرت نے خلیفہ پر آخری وقت نص کرنا چاہا تو حسبنا کتاب اللہ کہا۔ اب جو قرآن سے استدلال ہونے لگا تو یہ ایجاد کیا کہ قرآن کے احکام منسوخ ہین۔

مولوی شبلی صاحب الفاروق مین لکھتے ہین "اس تفریق مراتب کے موجد دراصل حضرت عمر ہین۔ کتب سیر اور احادیث مین تمنے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے مواقع پیش آئے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اسکے خلاف راے ظاہر کی ص۲۳ ج۲

تو اب اچھی طرح معلوم ہوا کہ قرآن کے منسوخیت کے دعوی کا سہرہ بھی حضرت عمر ہی کے سر بندھا۔

ایجاد قیاس از ایجادات خلیفہ دوم

جیساکہ قیاس کے موجد بھی شریعت اسلام مین حضرت عمر ہین۔ چنانچہ الفاروق مین ہے "حضرت ابوبکر کا معمول تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے قرآن مین وہ صورت مذکور نہ ہوتی تو حدیث سے جواب دیتے۔ حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ کو جمع کرتے اور اونکے اتفاق راے سے جو امر قرار پاتا اسکے مطابق فیصلہ کرتے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے زمانے تک مسائل کے جواب مین قرآن مجید حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا۔ قیاس کا وجود نہ تھا۔

حضرت عمر نے ابوموسی اشعری کو قضا کے متعلق جو تحریر بھیجی اس مین قیاس کی صاف ہدایت کی ص۲۲۱

دعوی نسخ بے دلیل ہے

شیخ محمد توفیق آفندی فرماتے ہین۔

فلیس عندھم دلیل قطعی علی تقدم المنسوخ وتاخر الناسخ فی کثیر من المواضع بل ان بعض الآیات التی	بہت سے مقامات مین قائلین نسخ کے پاس ناسخ کے موخر ہونے اور منسوخ کے مقدم ہونے پر بھی کوئی دلیل نہین ہے۔

ادعوا انما منسوخة بعدها فی القرآن متاخرة عن الناسخة کآیة العدة من سورة البقرة مثلا ولما وجدا ذلك زعموا ولا دلیل لهم ان الآیة المشار الیها نزلت اولا ولو بالوا بان ذلك ینافی حسن ترتیب الآیات فی سورها فان کان هذا الترتیب توقیفیا بالاجماع -	بلکہ بعض آیتین جنکی نسبت منسوخیت کا دعوی ہے " قرآن پاک مین ناسخ سے موخر پائی جاتی ہے جیسا سورہ بقر مین عدت والی آیت - پھر جب انہون نے یہ دیکھا تو بلا دلیل بول اوٹھے کہ آیت مذکورہ تو پہلے نازل ہوا ہے اور اس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ ایسا کہنا سورتون مین ترتیب آیات کے حسن کے

منافی ہے اگرچہ یہ ترتیب بالاجماع توقیفی ہے"!

اس تحریر نے اچھی طرح بتا دیا کہ قرآن کی ترتیب کس طرح ہوئی کہ آیات ناسخہ پہلے ہین آیات منسوخہ بعد جو بالکل خلاف حسن ترتیب ہے -

مگر افسوس کہ بجایت خلفا صرف یہی کہا کہ حسن ترتیب کے خلاف ہے اور یہ نہ کہہ سکے کہ بالکل دلیل جہالت ہے کیونکہ دنیا مین سفیہ سے سفیہ بھی ایسا کام نہین کرسکتا کہ ناسخ تو پہلے ہو اور منسوخ پیچھے -

دعواے اجماع توقیفیت ترتیب آیات اور بھی عجیب ہے کیونکہ اسکی تفصیل پہلے مذکور ہوچکی کہ ہرگز اجماع نہین ہے بلکہ اختلاف ہے مگر چونکہ انکا مقصود اصلی صحابہ کی حفاظت بھی اسکے ساتھ ہی اسلیے توقیفی کا دعوے کردیا تاکہ جو کچھ الزام آئے وہ خدا و رسول پر صحابہ بچے رہین کیونکہ اگر آیات مذکورہ مین نسخ کے بھی قایل نہ ہون تو بھی مناسب ہے کہ ترتیب اسکے خلاف ہو -

روایات نسخ مستلزم تحریف ہین	لکھتے ہین - احکام النسخ
غلا الناس فی هذه المسالة غلوا حتی انهم ارادوا ان یجعلوها فنا من الفنون التی تولعت فیها؟	لوگون نے اس مسئلے مین یہانتک غلو کیا کہ انہون نے چاہا ہے کہ اسکو منجملہ فنون مدونہ کے ایک فن بنا دین پس اس فن کے

الكتب لاجل ان يجعلوا ابواب هذا الفن
كاملة زعموا ان النسخ على ثلاثة اضرب

(١) مانسخ لفظه وحكمه معاً

(٢) مانسخ لفظه فقط

(٣) مانسخ حكمه فقط

ثم التمسوا لكل ضرب شواهد ولها التكلف
البعيد والخروج عن اساليب البلاغة
بل اللغة حتى يخيل للناظر اليها ان القرآن
ضاع منه شئ ففتح باب واسع لكل
من يريد ان يويد دعوى باطلة لا
يوافقه عليها القرآن فيختلق ماشاء
ان يختلق ويزعم انه كان قرآنا ونسخ
ثم يلبس بباس الصالحين والرواة
الثقاة ليقبل المحدثون روايته و
قد اعترف بعض من تاب بذلك
ولولا اعترافه ما عرف . فما يدرينا
ان بعض الملحدين او بعض الفرق
الغلاة ظهر بالمظهر الذي غر الناس
حتى صدقوه فى دعاويه فهل بعد
ذلك نثق باى رواية لم تتواتر فى
مثل هذه المسائل حتى يجرنا ذلك
الى الطعن فى المتواتر نفسه . فالخطة
المثلى فى تحقيق الحق وازهاق الباطل

ابواب کی تکمیل کی غرض سے اُنھون نے
کہا ہے کہ نسخ کی تین قسمین ہین ۔

(١) منسوخ اللفظ والمعنی

(٢) صرف منسوخ اللفظ

(٣) صرف منسوخ المعنی

پھر نہایت تکلف سے (جسمین اسلوب بلاغت
بلکہ لغت سے بھی خروج ہو گیا ہے) ہر ایک
قسم کی مثالین ڈھونڈھ نکالی ہین یہانتک
کہ دیکھنے والے کو خیال ہوتا ہو کہ قرآن مین سے
کچھ ضایع ہو گیا ہے تو گویا اُن لوگون کے لئے
ایک وسیع دروازہ کھول دیا گیا ہے جو چاہتے
ہین کہ اپنے اُس دعوی باطل کی تائید کرین
جسکی موافقت قرآن نہین کرتا، پھر وہ جو بات
چاہتے ہین اپنے ذہن سے تراشتے ہین اور
کہتے ہین کہ یہ قرآن تھا لیکن منسوخ ہو گیا ہے
اور معہذا صالحین اور معتبر راویون کا سا لباس
بھی پہن لیتے ہین تاکہ محدثین بھی اُنکی روایتون
کو قبول کرلین چنانچہ بعضون نے تائب ہو کر
اس بات کا صاف اقرار کیا ہے اور اگر وہ اقرار
نکرتے تو حقیقت حال نہ معلوم ہوتی تو اب ہمکو
کیا معلوم کہ بعض ملحدین یا بعض غالی فرقے
فریب دہ پیرایہ مین ظاہر ہو گئے یہانتک کہ
لوگون نے اُنکے دعوون کو سچا مان لیا تو اب

عند العقلاء ان لا یعقدوا الا

ما تواتر و یرفضوا کل ما خالفہ

والا لفقد و التمیز و لما امکنہم

التصدیق بشئ تا الا اذا درکوا

بحواسھم مع اننا مضطرون

للتصدیق باشیاء کثیرۃ لم

نحسہا

بعد اسکے کیا ہم اس قسم کے مسائل مین ایسی روایات

پر اعتماد کرسکتے ہین جو متواتر نہو یہانتک کہ وہ ہمکو

خود متواتر اور قطعی (قرآن) مین طعن کی

طرف پہونچا دے، پس عقلا کے نزدیک

عمدہ طریقہ احقاق حق و ابطال باطل کا

یہ ہے کہ وہ صرف متواتر پر اعتماد کرتے ہین

اور جو اسکے مخالف ہو اُسکو چھوڑتے ہین

و رنہ تمیز مفقود ہو جائے اور تا وقتیکہ حواس سے ادراک نہ کرلین اُن کو کسی شے کی

تصدیق ممکن نہو حالانکہ بہت سی غیر محسوس اشیا کی تصدیق ضروری ہو۔

اب ہم اڈیٹر صاحب النجم سے ملتمس ہین کہ وہ بغور اس عبارت کو پڑھین کہ

جتنی روایتین ہمنے آپکی کتابون سے آپکے سامنے پیش کی ہین وہ سب اس دعوی پر

بدیہتہ دلالت کررہی ہین کہ نفس قرآن مین کمی ہوئی نہ یہ کہ وہ منسوخ التلاوۃ ہون

جیسا کہ آپنے دعوے کیا۔ کیونکہ آپکے علامہ فرماتے ہین "یتخیل للناظر الیہا ان القرآن

ضاع منہ شئ کہ دیکھنے والے کو خیال ہوتا ہے کہ قرآن مین سے کچھ ضایع ہوگیا"

تو پھر کیونکر آپ اس کا دعوی کرسکتے ہین کہ وہ منسوخ التلاوۃ ہین حالانکہ منسوخ التلاوۃ

کا ابطلان پہلے بھی بخوبی ہوچکا ہے۔

اس تحریر نے واضح طور پر بتا دیا کہ اہل سنت نہ قرآن کے قائل ہین نہ حدیث کے

کیونکہ اگر قرآن پر پورا ایمان لاتے ہین تو پھر صحاح ستہ سے دست برداری لازم

آتی ہے جس مین نہ ایک روایت بلکہ ہزارہا روایتین اس کی بھری ہوئی ہین

کہ قرآن مین کمی زیادتی سب ہوئی۔

اور اگر احادیث پر ایمان لاتے ہین تو قرآن سے دست برداری لازم آتی ہے

کیونکہ قرآن۔ ناقص۔ محرف قرار پاتا ہے کیونکہ خود اڈیٹر صاحب لکھ چکے ہین جس

بات سے طبیعت خوش ہوتی وہ ہے جو بیہقی نے اختیار کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

تمام سورون کی ترتیب خدا کی طرف سے ہے سوائے برائت اور انفال کے یہ عقیدہ اہلسنت کا تھا"

جسکے بعد تمامی قرآن سے امان اوٹھ گیا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ آپ قرآن پر ایمان رکھتے ہین نہ حدیث پر کیونکہ جمع بین النقیضین محال ہے۔

مگر ہمکو سخت تعجب ہے کہ ڈاکٹر توفیق آفندی یا اڈیٹر البیان نے نسخ قرآن کی تین ہی قسم یہان کیون لکھی حالانکہ اون کے علما تو چھ طرح کے نسخ کے قائل ہین۔ پھر چھ کو تین کردینا کونسا انصاف ہے۔ ملاحظہ ہو حصول المامول نواب صدیق حسن خان امیرالمومنین الحدیث مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۹

الثامنۃ فی نسخ التلاوۃ ملخص یعنی نسخ مین ۸ اسئلہ ہے۔ آٹھوین منسوخ التلاوۃ۔ مگر حکم باقی یا دونو منسوخ اور اوسکی چھ قسمین ہین قسم اول حکم منسوخ رسم خط باقی جیسے آیہ صیہ منسوخ ہے آیہ مواریث سے اور ایک سال کا عدہ چار مہینہ دس روز سے منسوخ ہے۔ منسوخ وناسخ دونون قرآن مین موجود ہے اسکے جواز پر اجماع ہے مگر بعض حنفیہ اور حنابلہ عدم جواز کے قائل ہین جو دلیل جہالت ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ حکم اور رسم خط دونو منسوخ اور ناسخ مع رسم الخط دونون قرآن مین موجود جیسا کہ استقبال بیت المقدس اور صیام عاشورا کا حکم دونون منسوخ ہین اور قرآن مین اوسکا وجود ہی نہین مگر ناسخ دونو کا قرآن مین موجود ہے یعنی حکم استقبال خانہ کعبہ اور روزہ رمضان کہ یہ دونو ناسخ ہین اور قرآن مین موجود ہین۔

تیسری قسم یہ ہے کہ حکم منسوخ تلاوت باقی۔ اور ناسخ کی تلاوت منسوخ حکم باقی ہے جیسا کہ آیہ فامسکوھن فی البیوت قرآن مین موجود ہے۔ مگر یہ حکم منسوخ ہے آیہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ کہ یہ ناسخ ہے مگر قرآن مین نہین ہے اور یہ حکم یعنی حکم رجم باقی ہے۔ اور صحیح مین ثابت ہے کہ یہ آیہ قرآنی تھا جسکی تلاوت کی جاتی تھی جسکا لفظ منسوخ ہو گیا اور حکم باقی ہے چوتھی قسم حکم بھی منسوخ کتابت بھی منسوخ کتابت ناسخ بھی منسوخ۔ مگر حکم ناسخ باقی جیسا کہ صحیح بخاری کی مین عائشہ سے ہے کہ پہلے

زمانہ مین عشر رضعات نازل ہوا تھا۔ جو خمس رضعات سے منسوخ ہوا یہ آیہ زمانہ رسول اللہ تک پڑہا جاتا۔ کہا بیہقی نے کہ حکم عشر رضعات کا منسوخ الکتابتہ والحکم دولو ہے۔ اور خمس رضعات کا حکم باقی رہا اور رسم خط منسوخ ہو گیا۔ اس دلیل سے کہ جب صحابہ نے قرآن کو جمع کیا تو اس آیہ کو نہین لکھا حالانکہ حکم اسکا باقی تہا۔ ابن السمعانی کہتے ہین معنی تلاوت یہ ہے کہ حکم کی تلاوت ہوتی تھی نہ لفظ کی۔ بیہقی کہتے ہین کہ مراد یہ ہے کہ جن لوگونکو اسکی منسوخیت کا حال نہین معلوم تھا وہ اسکی تلاوت کرتے تھے۔

پانچوین قسم وہ ہے کہ صرف لکھنا اوسکا منسوخ ہوا نہ حکم۔ مگر اوسکا ناسخ نہین معلوم جیساکہ صحیح مین ہے لوکان لابن آدم وادیان یہ قرآن تھا پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ ابن عبدالبر کہتے ہین کہ یہ آیہ سورہ ص مین تھا۔ اسی طرح اصحاب بیرمعونہ کے بارہ مین قالوا بلغوا قومنا قرآن مین نازل ہوا تھا جسکا لکھنا منسوخ ہوگیا۔

چھٹی قسم یہ ہے کہ ناسخ منسوخ ہوگیا اور دونون کے درمیان مین کوئی لفظ متلو نہین ہے جس طرح میراث بحلف ونصرت کہ منسوخ ہوگیا بتوارث بالاسلام اور ہجرت جو آیہ میراث سے منسوخ ہوا۔

ابن سمعانی کہتے ہین کہ آخر والی دونون قسمین تکلف ہے جسمین نسخ نہین متحقق ہے۔

پس نہ معلوم ڈاکٹر توفیق آفندی نے ان تین قسمون کو کیون چھوڑ دیا جو تین ہی قسم کے قائل ہوے اور اوسکو رد کیا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز **ساتوین قسم** ہے جسکو نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی نہین لکھا۔ حالانکہ وہ ایسی قسم ہے کہ اوسکا درجہ سب سے بالا اور نہایت ارفع و اعلی ہے چنانچہ شرح اصول بزودی مین ہے صفحہ ۱۸۴ جلد ۳ مطبوعہ مصر

وقال الحسن رحمہ اللہ ان النبی صلعم اوتی قرانا ثم نسیہ فلم یکن شیئًا ولم یبق منہ شئی لما رفع اللہ تعٰ عن قلبہ خلاف

یعنی کہا حسین نے کہ حضرت کو ایک قرآن دیا گیا تھا جسکو آنحضرت بھول گئے۔ کچھ اوس مین سے نہین باقی رہا کیونکہ خدا نے اوسکو آپکے دل سے اوٹھا لیا۔

نواب حضرات اہلسنت عموماً اور ڈاکٹر صاحب خصوصاً بتائین کہ قرآن پر اونکا کس درجہ ایمان ہے

کیونکہ جب قرآن خود حضرت کے قلب اقدس سے محو ہوگیا تو یہ قرآن کیسا رہا۔ کیونکہ اس روایت
مین یہ نہین بیان کیا گیا ہے کہ پھر خدا نے کوئی قرآن اوسکے بعد نازل کیا ہو۔

بناے مذہب اہلسنت بر تحریف قرآن

اب اسپر ترقی ملاحظہ ہو کہ بناء مذہب اہلسنت
قرآن محرف پر ہے چنانچہ شرح اصول بزدوی مین ہے اما المنقول فمثل قراءۃ عبد اللہ
بن مسعودؓ فی کفارۃ الیمین فصیام ثلثۃ ایام متتابعات وقد کانت ہذہ
قراءۃ مشہورۃ الی زمن ابی حنیفہ رح ولکن لم یوجد فیہا النقل المتواتر الذی
یثبت بمثلہ القرآن۔ ومثل قراءۃ ابن عباس رض فافطر فعدۃ من ایام اخر
ومثل قراءۃ سعد بن ابی وقاص رض ولہ اخ او اخت لام فلکل واحد منہما
السدس وکذا ایۃ عمر رض الشیخ والشیخۃ الی اخرہ فلا یظن بہولاء انہم
اخترعوا ما ردوا من انفسہم صفحہ ۱۹۰ جلد ثالث
یعنی منقول سے ثابت ہے کہ قراءۃ عبد اللہ بن مسعود کفارہ یمین مین فصیام ثلثۃ
ایام متتابعات (متتابعات اس قرآن مین نہین ہے) کہ تین روزے در پے روزہ
رکھنا چاہیئے۔ یہ قرارت زمانہ ابو حنیفہ تک مشہور تھی۔ مگر اسمین وہ تواتر نہین پایا گیا
جس سے قرآن ثابت ہو۔ اور مثل قراءۃ ابن عباس کہ فافطر فعدۃ من ایام اخر
پڑھتے تھے۔ اور مثل قرارت سعد ابن ابی وقاص کہ ولہ اخ او اخت لام فلکل واحد
منہما السدس پڑھتے تھے۔ اور مثل روایۃ عمر کہ الشیخ والشیخۃ پڑھتے تھے۔ پھر ان
لوگون کی نسبت کبھی یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اپنے دل سے اختراع کیا تھا۔
اب حضرات اہلسنت غور فرمائین کہ ثلثۃ ایام متتابعات کی تلاوت زمانہ ابو حنیفہ
تک مشہور تھی اور اس قراءۃ مشہورہ پر اونکے مذہب کی بنا ہے کہ وہ تین روزے در پے
روزہ رکھنے کو کہتے ہین۔ پس اگر وہ اس تحریف کو مستند نہ سمجھتے تو قرآن کو چھوڑ کر کیون
اسپر عمل کرتے۔
ابو حنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ مین ہوئی اوسوقت تک یہ تحریف ایسی مشہور
تھی کہ قرآن موجود کو اوسکے مقابلہ مین محرف مانتے تھے اور جانتے تھے کہ اصل یونہی ہوگا

ثلثة ایام متتابعات نازل ہوا تھا کیونکہ ہر شخص بدیہی طور پر سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس قرآن کو وہ صحیح اور خالی از تحریف سمجھتے تو اوسکو چھوڑکر تحریفی روایت پر ہرگز عمل نہ کرتے۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ صدہا ایسے مسائل دکھائے جاتے جنمیں ان لوگون نے قرآن موجود کے خلاف اون روایتوں پر عمل کیا ہے جنمین ذکر تحریف ہے کہ پہلے اس طرح نازل ہوا تھا اور اب اسی طرح ہے چنانچہ قراۃ ابن عباس۔ وسعد بن ابی وقاص کو آپنے اس عبارت شرح اصول بزودی مین ملاحظہ فرمایا۔

چونکہ اس زمانہ مین مناظرہ صرف دو فریق ۵ سے ہوتا ہے ایک اہلسنت سے جو حنفی کہلاتے ہین دوسرے وہابیون سے جو اہلحدیث کہلاتے ہین لہذا ایک عبارت علماء اہلحدیث کی بھی یہان پیش کی جاتی ہے علامہ ابن القیم اغاثۃ اللہفان مین فرماتے ہین وقد

۵ تیسرا فریق اور اس زمانہ مین پیدا ہوا ہے جو مرزائی کہلاتا ہے پیروان مرزا غلام احمد قادیانی جنکو یہ لوگ نبی۔ رسول مانتے ہین لہذا اونکا بھی استدلال تحریفی روایتون سے قابل ملاحظہ ہے اڈیٹر اخبار بدر قادیانی بجواب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہلحدیث لکھتے ہین "صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت ؐ اس امت کے لئے بشارت دیچکے ہین کہ اس امت مین بھی پہلی امتون کی طرح محدث پیدا ہونگے اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہین جن سے مکالمات ومخاطبات الہیہ ہوتے ہین اور ابن عباس ؓ کی قراءت مین آیا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ پس اس آیت کی رو سے جسکو بخاری نے بھی لکھا ہے محدث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے" ملاحظہ ہو ضمیمہ اخبار بدر مورخہ ۲ فروری سنہ ۱۹۱۱ء اس عبارت سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ تحریف قرآن سے استدلال کیا گیا ہے کہ اصل مین آیہ اس طرح سے تھا حالانکہ قرآن موجود مین یہ الفاظ نہین ہین ملاحظہ ہو سورہ حج ع ۱۳ وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی

(اڈیٹر)

احتج ابن عباس علی تحریم جمع الثلاث بقولہ تعالیٰ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن کما تقدم وھذا حق فان الآیۃ اذا دلت علی منع ارداف الطلاق فی طہر او فی اطہار قبل رجعۃ او عقد لما تقدم انہ یکون مطلقا فی غیر قبل العدۃ فلان تدل علی تحریم الجمع اولی واحریٰ صـ۱۶۶ مطبوعہ مصر

یعنی ابن عباس نے تین طلاق کے یکدفعہ دینے کا حرام ہونا ثابت کیا ہے آیہ اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن سے جیسا کہ گذرا اور یہی حق ہے کیونکہ آیہ مذکورہ نے جب ارداف طلاق کو منع کیا ایک طہر میں یا کئی طہر میں قبل رجعہ یا عقد جیسا کہ مذکور ہوا کیونکہ اس سے وہ طلاق دینے والا ہوگا غیر قبل عدہ میں۔ تو جمع کے حرام ہونے پر اوسکی دلالت زیادہ اولیٰ ہوگی۔

دیکھیئے یہ آیہ قرآن موجود میں اسطرح پر ہے یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن سورہ طلاق پارہ ۲۹ مگر اصل میں تھا فی قبل عدتھن چنانچہ ترجمہ بھی اسی طرح کیا گیا ہے ملاحظہ ہو فتح الحمید صـ۹۱۵ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔ اور اسکے حاشیہ پر ابن عمر سے روایت کرتے ہیں "اور یہ آیت پڑھی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن"۔

ابن عباس نے اس آیہ سے عمر صاحب کے اس ایجاد کو باطل کیا کہ وہ ایک ہی دفعہ تین طلاق دینے کو طلاق باین قرار دیتے تھے مگر ہماری بحث ابن عباس کے قول سے نہیں ہے کہ صحابہ تو تمام طور سے تحریف قرآن کے قائل تھے۔ بلکہ ہمارا استدلال اولاً ابن القیم کے اس قول سے ہے کہ فی قبل عدتھن کو وہ قول خدا فرماتے ہیں حالانکہ قرآن میں لعدتھن ہے ثانیاً وہ کہتے ہیں وھذا حق کہ یہی حق ہے۔ جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہوا کہ وہ فی قبل عدتھن کو حق کہ رہے ہیں۔ تو لعدتھن جو قرآن مروج میں ہے ضرور باطل ٹھہرا۔

ابن القیم یہ بھی لکھتے ہیں وان اللہ عزوجل قال یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن فی قبل عدتھن وھذا حدیث صحیح صـ۱۶۵

یعنی اس آیہ کا اس طرح سے ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ توپھر بتائے کہ اس سے بڑھکر کیا دلیل
اسکی ہوسکتی ہے کہ مدار مذہب اہلسنت تحریف قرآن پر ہے کہ مقلد و غیر مقلد سب ہی تحریفی
آیتون سے استدلال کرتے ہین۔

ابن تیمیہ نے تو اور بھی کمال کیا کہ بمقابلہ نصاری بھی وہ ان محرف آیتون سے استدلال
کرتے ہین لکھتے ہین ولهذا ایقن سبحانه وتعر بین التوراة والقرآن فی مثل قوله
فلما جاءهم الحق من عندنا قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی اولم یکفروا بما اوتی
موسی من قبل قالوا سحران تظاهرا یعنی التوراة والانجیل وفی القراءة الاخری
قالوا ساحران ای موسی و محمد ۲ ص۲۵ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح
دیکھیئے قرآن مروج مین سحران تظاہرا ہے حالانکہ اصل مین ساحران تھا جس کے
مطلب یہی ہین کہ جامعین قرآن نے ساحران کو سحران لکھدیا مگر ابن تیمیہ کو اسکے
پیش کرنے مین ذرہ برابر بھی تامل نہوا۔ تو اب اہلسنت غور کرین کہ تحریف قرآن کا قائل
کون نکلا۔

کیونکہ آپنے اچھی طرح دیکھ لیا صدہا مسائل مین اس قرآن مروج سے اسی بنا پر مخالفت
کی گئی ہے کہ اصل مین اس طرح تھا۔ اس سے بڑھکر انکے اعتقاد تحریف کی کیا دلیل ہوسکتی
ہے کہ نہ خود اپنے مذہبی تحقیقات مین اوسپر دارومدار رکھا گیا بلکہ یہود و نصاری کے مقابلہ
مین بھی وہ روایتین پیش کی گئین۔ توپھر کون شخص کہہ سکتا ہے کہ علمائے اہلسنت تحریف
کے قائل نہین ہین۔

ہان چونکہ پہلے جامعین قرآن کی بدنیتیان بنابر روایت اہلسنت ہم دکھا چکے ہین کہ
اونہون نے عمداً ایسی کاروائیان کی ہین لہذا ضرور ہوا کہ یہان بھی بتا دیا جائے کہ بنا بر
روایات مذکورہ اس قسم کی تحریف کیون کی گئی حالانکہ بتصریح تمام رسول اللہ ص نے فی قبل
عدتهن بتایا ہے اور خود ابن عمر اسی طرح پڑھا کرتے تھے کیونکہ اونہون نے خلاف قاعدہ
اپنی زوجہ کو ایام حیض مین طلاق دیا تھا جسپر حضرتؐ اون کی تنبیہ و تادیب کی اور فرمایا کہ
اس طرح طلاق دینا چاہیئے چنانچہ جب عمر سے لوگون نے کہا ہے کہ آپ اپنے صاحبزادہ کو خلیفہ

کر جائیے تو عمر صاحب نے یہی جواب دیا کہ جو شخص طلاق دینے نہ جانے وہ کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہے۔
پس با اینہمہ ایسی تحریف کیون کی گئی یہ غور طلب ہے جسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ عمر صاحب نے چونکہ اس شریعت خدا و رسول کو کہ تین طلاق تین دفعہ ہونا چاہیئے بدل دیا تھا اور عام حکم دیدیا تھا کہ جو شخص ایک ہی دفعہ تین طلاق دیدے تو وہ طلاق بائن ہو جائیگا۔ اسلئے جامعین قرآن نے یہ تحریف کی کہ فی قبل عدتہن کو اوڑا کر لعدتہن کر دیا تاکہ خلیفہ دوم کی اس ایجاد کو رواج ہو سکے۔
کیونکہ پہلے عبارت ابن القیم مین آپ پڑھ چکے ہین کہ حضرت ابن عباس اس آیہ فی قبل عدتھن سے ایجاد عمر کو باطل کرتے تھے کہ یہی آیہ اسکی دلیل ہو کہ جمع ناجائز ہے تو اس طرح کی تحریف ضرور اسی غرض سے تھی کہ ایجاد عمری کا بطلان صریح قرآن سے نہو سکے۔ اسی لئے یہہ تحریف کی گئی۔
مسئلہ طلاق ثلث اہلسنت کیلیئے ایک عذاب الیم ہے جس سے کسی طرح نجات نہین پا سکتے کیونکہ قرآن مین خداوند عالم نے نہایت تصریح سے اسکے احکام فرمائے ہین کہ طلاق تین دفعہ علیحدہ علیحدہ ہونا چاہیئے تیسرے طلاق کے بعد جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پہلے شوہر پر حلال نہین ہو سکتی۔ اس حکم خدا و رسول کو بدل کر عمر نے یہ حکم دیا کہ اگر ایک ہی دفعہ تین طلاق دیدے تو بھی وہی حکم جاری ہوگا کہ بغیر دوسرے شوہر سے نکاح کئے ہوئے پہلے شوہر پر حلال نہین ہو سکتی۔
اسی کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین مسلم عن طاؤس عن ابن عباس کان علی عہد رسول اللہ وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم قلت فی ھذا الحدیث اشکال قوی لان النسخ لایتصور بعد وفات النبی وانقطاع الوحی صفحہ مقصد ۲
یعنی صحیح مسلم مین ابن عباس سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ و ابوبکر مین اور دو برس تک عہد خلافت عمر مین تین مرتبہ کا طلاق ایک ہی شمار ہوتا تھا۔ عمر بن الخطاب نے کہا کہ

لوگون نے جلدی کیا اوس امر مین جسمین انکو آسانی تھی - تو اب ہم امضا کردیتے ہین (یعنی اس ایک طلاق کو تین طلاق کردیتے ہین) شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اس حدیث مین اشکال قوی ہے کیونکہ نسخ بعد وفات رسول و انقطاع وحی ناممکن ہے -

اسکے بعد شاہ صاحب نے وہی بے تین تاویلین اسمین نقل کی ہین جنسے سے ہمکو یہان چندان بحث نہین کیونکہ یہ تو بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عمر نے اوس حکم خدا و رسول کو منسوخ کردیا جو عہد ابوبکر مین بھی جاری تھا اور خود ان کی خلافت کے ابتدائی دو برس مین بھی جاری تھا جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ شریعت رسول پر اونکو کیسا قبضہ تھا -

شاہ ولی اللہ صاحب نے بہت سی تاویلین کی ہین اور رحق نمک خوب سا ادا کیا مگر کیا بات بنانے سے کوئی واقعہ مٹ سکتا ہے - یا تاویل سے کافر مومن ہوسکتا ہے - لا واللہ

ندامت عمری | دیکھیے ابن القیم نے کس طرح ان سب پر خاک ڈالا ہے کہ اوسی اغاثۃ اللہفان مین فرماتے ہین فان قیل کان اسہل من ذلک ان یمنع الناس من ایقاع الثلاث ویحرمہ علیہم ویعاقب بالضرب والتادیب من فعلہ لئلا یقع المحذور الذی یترتب علیہ قیل نعم لعمر اللہ کان یمکنہ ذلک ولذلک ندم علیہ فی اخر ایامہ وود انہ کان فعلہ قال الحافظ ابو بکر الاسمعیل فی مسند عمر اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب ما ندمت علی شئ ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح صلعلہ

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ عمر کیلئے یہ بات آسان تھی کہ تین طلاق دینے پر لوگون کی تادیب کرتے اور سزا دیتے تین مرتبہ کے طلاق دینے کو حرام کردیتے - کہ یہ خرابی نہ ہوتی جو ہو رہی ہے - تو اوسکا یہ جواب ہے کہ بیشک ایسا کرسکتے تھے اسیوجہ سے آخر عمر مین اسپر نادم ہوئے اور دوست رکھتے تھے کہ ایسا ہی کرتے چنانچہ حافظ اسمعیلی نے روایت کی ہے کہ عمر کہتے تھے ہم کبھی کسی بات پر اتنا نہین نادم ہوئے جتنا ان تین باتوں پر نادم ہوئے کاش ہم طلاق کو

حرام نہ کئے ہوتے۔ اور موالی کا نکاح نہ کئے ہوتے اور نوائح یعنی نوحہ کرنے والی عورتون کو نہ قتل کئے ہوتے۔

مگر یہ بھی عجب بات ہے کہ جسطرح تین ناجائز خلیفہ نے باتین طریقہ خلافت ایجاد کیا۔ اجماع شوریٰ استخلاف خلیفہ اوسی طرح انکو ندامت بھی ہوتی ہے تو تین ہی بات سے اور جہالت بھی ہوئی ہے تو تین ہی بات سے جیسا کہ مولوی شبلی صاحب الفاروق مین لکھتے ہین " اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ اگر تین چیزون کی حقیقت بتا جاتے تو مجھکو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی۔ خلافت۔ کلالہ۔ ربا چنانچہ ان تمام واقعات کو محدث عماد الدین بن کثیر سے صحیح حدیثون کے حوالہ سے اپنی تفسیر قرآن مین نقل کیا ہے صـ۲۳۳ حصہ دوم

مگر مرتے دمتک خلافت کو چھوڑا نہ اپنی دست اندازی کو شریعت رسول مین بلکہ ہر طرح اوسکو خراب کرتے رہے۔ جس سے آجتک جتنی زنا کاریان اسوجہ سے ہو رہی ہین وہ سب ان کے نامہ اعمال مین درج ہونگی۔ کیا خوب کہا ہے شاعر نے ؎

بدکردن شمر نیم زبد کردن اواست　　　خون شہد التمام برگردن اواست

اگر اس سے آپکو کچھ شبہہ پیدا ہو کہ کیونکر ان صحابہ جامعین قرآن نے عمر کی خاطر سے ایسی تحریف قرآن مین کی ہو تو اوسی اغاثۃ اللہفان مین ملاحظہ فرمائے علامہ ابن القیم لکھتے ہین الناس

ھنا طائفتان طائفۃ اعتذرت عن ھذہ الاحادیث لاجل عمر ومن وافقہ وطائفۃ اعتذرت عن عمر ولم ترد الاحادیث صـ۱۶۷

یعنی یہان علما مین دو فرقہ ہو گیا ہے ایک تو وہ جو عمر کی خاطر سے ان حدیثون کے قبول کرنے مین عذر کرتا ہے دوسرا وہ جو عمر کی طرف سے معذرت کرتا ہے اور حدیثون سے انکار نہین کرتا۔

پس جب عمر کی خاطر سے صدہا ہزارہا صحیح حدیثین رد کردی جاتی ہین۔ تو قرآن مین اتنی سی تحریف کر دینا کون مشکل کام تھا کہ فی قبل عدتہن کی جگہہ لعدتہن لکھدیا۔

اس تحریر سے آپکو اور بھی اچھی طرح معلوم ہوگا کہ عثمان نے جو ابن مسعود وغیرہ اکابر صحابہ کو کتابت قرآن سے معزول کر دیا تھا اور ان کے عوض بنی امیہ کے لونڈون سے قرآن

لکھوایا اوسکی کیا غرض تھی؟ یہی کہ ایسا تصرف کیا جائے کہ قرآن واضح طور پر مخالف احکام خلافت نہ قرار پائے یہی تو وجہ تھی کہ جب جناب امیر سے سیرت شیخین کے اتباع کی شرط پیش کی گئی تو حضرت نے صاف انکار کیا کیونکہ سیرت شیخین مین تو یہ سب باتین داخل تھین کہ قرآن مین بھی تحریف کی جائے۔

اس تقریر سے آپکو ہماری لائق مخاطب کا کلام بھی بخوبی سمجھ مین آگیا ہوگا جو اونہون نے اپنے اخبار نجم کے ضمیمہ مناظرہ اظہار حق صفحہ ۷ مورخہ ۲ جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ مین لکھا تھا "خود حضرت فاروق کا برسون اسکی تصحیح مین مشغول رہنا اور جہان کہین ذرا سا بھی شبہہ ہوا اسمین صحابہ سے مناظرہ کرنا اور جوابات ایسی نظر تحقیق کے بعد ثابت ہوئی اوسکو درج مصحف کرنا اور سنت تراویح کا رواج عام دینا"

کیونکہ اگر یہ قرآن وہی قرآن تھا جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا اور حضرت نے لکھوا دیا تو اوسکی تصحیح مین برسون مشغول رہنا کیسا۔ نظر تحقیق کے بعد کسی امر کا ثابت ہونا کیسا۔ رسول پر بذریعہ جبرئیل خدا نے نازل کیا حضرت نے صحابہ کبار سے اوسکو لکھوا دیا۔ پھر اوسمین غلطی کیسے ہوسکتی ہے جسمین عمر صاحب کو یہ سر مغزی کرنی پڑی جس سے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ مراد اس سے وہی تحریف ہے جسکا نام تصحیح رکھا گیا ہے کہ اسطرح کی فکرین کیجاتی تھین کہ الفاظ قرآنی بھی زیادہ نہ بدلین اور معنی حسب خواہ اپنے حاصل ہو۔ چنانچہ آپنے دیکھ لیا کہ فی قبل عدتہن مین کس طرح کی تحریف کی گئی کہ دو حرف نکال دیا جس سے تحریف بھی نہین زیادہ ہوئی اور مطلب حاصل ہوگیا۔

دوسری مثال آیہ متعہ کی ہے کہ فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی فاتوھن اجورھن سے لفظ اجل مسمے کو نکال دیا جس سے وہ صراحت جاتی رہی جو پہلے تھی کہ یہ آیہ خاص حکم متعہ کے متعلق تھا اب عام معنی مین ہوگیا۔ بلکہ اب تو علماے اہلسنت اسی آیہ سے حرمت متعہ ثابت کرتے ہین۔ حالانکہ اس آیہ کا نام ہی آیہ متعہ تھا۔

تفسیر در منثور سیوطی مین ہے اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن الانباری فی المصاحف والحاکم وصححہ من طرق عن ابی نضرۃ قال قرءت علی ابن عباس فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ قال ابن عباس فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی فقلت ما نقرءھا کذلک فقال ابن عباس واللہ لانزلہا اللہ کذلک واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن قتادہ قال فی قراءۃ ابی بن کعب فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمے واخرج عبد الرزاق عن عطاء انہ سمع ابن عباس یقرءھا فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی واخرج عبد الرزاق عن عطاء انہ سمع ابن عباس یقرءھا فما استمتعتم بہ منھن الی اجل فاتوھن اجورھن وقال ابن عباس فی حرف ابی الی اجل مسمی صفحہ ۱۴۰ جلد ۲ مطبوعہ مصر

یعنی عبد بن حمید۔ ابن جریر۔ ابن الانباری۔ امام حاکم نے تصحیح کیا ہے ابن عباس سے روایت کی ہے ابی نضرہ سے کہ ہمنے ابن عباس پر اس آیہ فما استمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن فریضۃ کو پڑھا تو ابن عباس نے کہا فما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمی (پڑھو) ہمنے کہا کہ ہم لوگ تو اسطرح نہیں پڑھتے۔ ابن عباس نے کہا قسم خدا کی خدا نے اسیطرح نازل کی عبد بن حمید۔ ابن جریر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہی قراءت ابی بن کعب تھی ھذا استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمی۔ ابن ابو داؤد نے مصاحف میں سعید بن جبیر سے قراءۃ ابی بن کعب میں روایت کی ہے کہ وہ الی اجل مسمی پڑھتے تھے۔ عبد الرزاق نے عطا سے روایت کی ہے کہ ابن عباس الی اجل پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ حرف ابی بن کعب میں الی اجل مسمی تھا۔

اب غور کیجئے تو معلوم ہو کہ اس فقرہ الی اجل مسمی نے کیا قصور کیا تھا جو جامعین قرآن نے اسکو نکال ہی الا بجز اسکے کہ چونکہ یہ نص صریح تھا جواز متعہ پر جسکے بعد کوئی تاویل نہیں چل سکتی تھی اسلئے یہ لفظ نکال دیا گیا تاکہ خلیفہ دوم کا حکم تحریم متعہ رائج ہو سکے اور آیہ قرآنی میں تاویل کی گنجایش نکلے۔

اوسی تفسیر در منثور سیوطی میں ہے عن الحکم انہ سئل عن ھذہ الایۃ امنسوخۃ قال لا وقال علی لولا ان عمر نہی عن المتعۃ ما زنی الا شقی ص۱۴۰

یعنی حکم سے پوچھا گیا کہ یہ آیہ منسوخ ہے کہا نہیں۔ کہا حضرت علیؑ نے کہ اگر عمر متعہ سے نہ منع کئے ہوتے تو نہ زنا کرتا مگر شقی۔

پھر اوسی کتاب میں ہے واخرج عبد الرزاق وابن المنذر من طریق عطا عن ابن عباس قال رحم اللہ عمر ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللہ رحم بہا امۃ محمد ولولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقی قال وھی التی فی سورۃ النساء فما استمتعتم بہ منہن الی کذا وکذا من الاجل علی کذا وکذا قال ولیس بینہما وراثۃ فان بدا لہما ان یتراضیا بعد الاجل فنعم وان تفرقا فنعم ولیس بینہما نکاح واخبر انہ سمع ابن عباس یراھا الان حلالا ص۱۴۱

یعنی عبد الرزاق و ابن المنذر نے بطریق عطا ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدا رحم کرے عمر پر کہ متعہ ایک رحمت تھا خدا نے جس سے رحم کیا امۃ محمد پر اگر اس سے نہ منع کئے ہوتے تو زنا کی طرف محتاج ہوتا مگر شقی متعہ وہی ہے جسکا حکم سورہ نسا میں ہے کہ مدت معین و مقدار معین پر متعہ کیا جاتا ہے اور دونوں میں نہیں ہے اگر بعد متعہ دونوں راضی ہوں تو بہتر ورنہ متفرق ہو جائیں کہ اسکے بعد دونوں میں نکاح نہیں ہے عطا کا یہ بھی بیان ہے کہ ابن عباس اسوقت بھی متعہ کو حلال جانتے تھے۔

اب اہلسنت غور کرین کہ عمر صاحب نے کس طرح زنا کو رائج کیا کہ ایک طرف تو تین طلاق کو جو یکدفعہ ہو طلاق بائن کردیا کہ بغیر دوسرے شوہر کے حلال نہین ہوسکتی۔ حالانکہ جو شخص اوس سے نکاح کرتا ہے وہ خود زانی ہی کیونکہ طلاق بائن نہین ہوا بلکہ یہ طلاق رجعی ہے کہ شوہر اول کو حق رجوع ہے۔

دوسری طرف متعہ کو حرام کیا کہ جسقدر زنا زیادہ ہو بہتر ہے کیونکہ وہ حدیث رسول سُن چکے تھے دشمن علیؑ نہ ہوگا مگر حرامزدہ یا حیضی۔ اسی لئے عمر نے زنا کی زیادتی کا سامان کیا کہ جسقدر حرامزادے زیادہ ہونگے اوسیقدر دشمن جناب امیرؑ زیادہ ہونگے۔

افسوس کہ ہم اپنے مقصد سے کچھ دور چلے گئے ورنہ دکھانا صرف اسقدر مقصود تھا کہ جو جو تحریفین قرآن مین کی گئین اون سے خاص خاص غرضین متعلق ہین اور جامعین قرآن نے محض بہوا خواہی خلفا اس قسم کی تحریف کی کہ ایک طرف فی قبل عدتہن کی عوض لعدتہن بنایا کہ خلیفہ دویم حکم رائج ہو۔ دوسری طرف الی اجل مسمّی اوڑایا کہ جواز متعہ کا نص صریح مشکوک ہوجائے۔

جب ان جزئیات مین یہ کارروائیان کی گئین تو آپ خود قیاس کرسکتے ہین کہ جن آیات مین ذکر امامت و خلافت جناب امیرالمومنین تھا اونکی کیا گت بنائی گئی ہوگی۔ کیونکہ آیہ و انذر عشیرتک الاقربین کے بعد تو بروایت بخاری ورھطک منہم المخلصین بھی تھا جو قرآن موجود سے نکال دیا گیا ملاحظہ صحیح بخاری صفحہ ۱۲۰ جلد ۳

عن ابن عباس قال لما نزلت وانذر عشیرتک ورھطک منہم المخلصین خرج رسول اللہ حتی صعد الصفا۔

جس سے معلوم ہوا کہ اصل اس آیہ کی اسطرح تھی وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منہم المخلصین جسپر حافظ ابن حجر عسقلانی نے افتخار بھی کیا ہے کہ نووی کا یہ قول غلط ہے جو اونہون نے کہا کہ بخاری نے اسکو نہین لکھا۔ حالانکہ یہ آیہ تفسیر سورہ تبت مین موجود ہے۔[۵]

تو پھر کب ممکن تھا کہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین کو اپنی حالت اصلی پر باقی رہنے دیتے جسکی مخالفت و معاندت پر ابتدا ہی سے باخود باہم معاہدہ ہوچکا تھا۔

۵؎ ملاحظہ ہو الشمس ۔۔ جلد ۔۔ ۱۳۸۸

ملاحظہ ہو تفسیر علامہ سیوطی صفحہ ۲۹۸ جلد ۲

واخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی عھد رسول اللہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

یعنی کہا ابن مسعود نے کہ ہم لوگ عہد رسول اللہ مین اس آیہ کو اس طرح پڑھتے تھے بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین جس سے بصراحت تمام جناب امیرؑ کا نام اور حضرت کی ولایت تمامی مومنین کیلئے قرآن مین مذکور تھا جسکی تلاوت عہد رسول اللہؐ تک جاری تھی۔ پھر اسکا نکالنا بجز تحریف اور کس بات پر محمول ہو سکتا ہے کیونکہ منسوخ التلاوۃ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود عہد آنحضرت مین اوسکی تلاوت منسوخ ہو جائے۔ جس سے ظاہر ہوا کہ یہ آیہ منسوخ التلاوۃ بھی نہ تھا تلاوت بھی اسکی باقی تھی۔ مگر خلفانے عمداً و قصداً اسکو نکال ڈالا تاکہ حق مخفی ہو جائے۔

یہ تقریر تمامتر بربنائے روایات اہلسنت ہے جس سے وہ کسی طرح عدول نہین کر سکتے اور ہر شخص جو کچھ بھی فہم رکھتا ہوا سپر مجبور ہے کہ ان روایات سے یہی نتیجہ نکالے مگر اہلسنت کی فہم سب سے نرالی ہے کہ خود اون کی کتابون مین تو اس قسم کی ہزارون روایتین بھری ہون اور اہل حق پر الزام دین کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہین۔ حالانکہ ہم آیندہ جلد مین بتا دینگے کہ شیعون کی ایک روایت سے بھی وہ کسی طرح فائدہ نہین اوٹھا سکتے۔ واللہ بالغ امرہ وسیبلغ الکتاب اجلہ

وھذا آخر الکلام فی ھذا المقام وسیتلوہ ما یشفی الاسقام

ویدفع الاوھام وللہ الحمد وعلی محمد

واھلبیتہ الصلوۃ

والسلام